جامعہ دارالعلوم کراچی

کا ترجمان

ماہنامہ

# البلاغ

ربیع الاول ۱۴۳۹ھ / دسمبر ۲۰۱۷ء
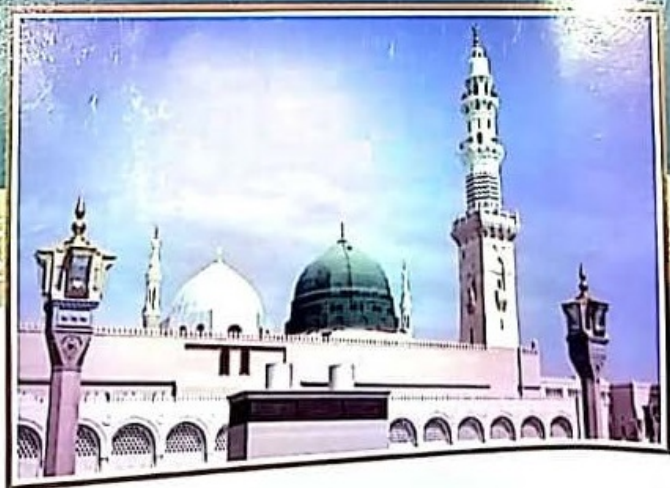
بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا

هٰذا بلاغٌ لِلناسِ

جلد ۵۳ — شمارہ ۳

ربیع الاول ۱۴۳۹ھ / دسمبر ۲۰۱۷ء


حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مدیر مسئول

مولانا عزیز الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت

مولانا محمود اشرف عثمانی ــــ مولانا راحت علی ہاشمی

زیر انتظام ــــ فرحان صدیقی

## ترتیب




فی شمارہ .................... ۳۵/- روپے

سالانہ زرتعاون .................... ۴۰۰/- روپے

بذریعہ رجسٹری .................... ۵۵۰/- روپے

**سالانہ زرتعاون**

**بیرون ممالک**

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور

یورپی ممالک .................... ۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب

امارات .................... ۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش .................... ۲۵ ڈالر

**خط وکتابت کا پتہ**

ماہنامہ "البلاغ" جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

فون نمبر:۔ 021-35123222

021-35123434

**بینک اکاونٹ نمبر**

9928-0100569829

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی

Email Address:

monthlyalbalagh@gmail.com

www.darululoomkarachi.edu.pk

**پبلشر:۔** محمد تقی عثمانی

**پرنٹر:۔** القادر پرنٹنگ پریس کراچی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم

# اپنی خبر لیجئے

حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

''زمانہ بڑا خراب ہے'' ''امانت اور دیانت لوگوں کے دل سے اٹھ چکی ہے'' ''رشوت کا بازار گرم ہے'' ''دفتروں میں پیسے یا سفارش کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا'' ''ہر شخص زیادہ سے زیادہ بٹورنے کی فکر میں لگا ہوا ہے'' ''شرافت اور اخلاق کا جنازہ نکل گیا ہے'' ''بے دینی کا سیلاب چاروں طرف امڈا ہوا ہے'' ''لوگ خدا اور آخرت سے غافل ہو بیٹھے ہیں''۔

اس قسم کے جملے ہیں جو ہم دن رات کسی نہ کسی اسلوب سے کہتے یا سنتے رہتے ہیں، ہماری کوئی محفل شاید ہی حالات کی خرابی کے اس شکوے سے خالی ہوتی ہو، اور یہ شکوہ کچھ غلط بھی نہیں، واقعۃً زندگی کے جس شعبے کی طرف نظر ڈالئے، ایک نمایاں انحطاط دکھائی دیتا ہے، اور معاشرتی خرابیاں ہمیں گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں۔

دوسری طرف اصلاح معاشرہ کی کوششوں کا جائزہ لیجئے، تو بظاہر ان میں بھی کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ نہ جانے کتنے ادارے، کتنی جماعتیں، کتنی انجمنیں اسی معاشرے کی اصلاح کے لئے قائم ہیں، اور اپنے اپنے دائرے میں اپنی اپنی بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ کر رہی ہیں، شاید ملک کا کوئی قابلِ ذکر حصہ اس قسم

کی کوششوں سے خالی نہ ہو، اور ان میں سے بعض کوششوں کا محدود سا اثر کہیں کہیں نظر بھی آجاتا ہے، لیکن اگر بحیثیت مجموعی پورے معاشرے کو دیکھا جائے تو بظاہر یہ ساری کوششیں رائیگاں محسوس ہوتی ہیں، اور معاشرے کی مجموعی فضا پر نہ صرف یہ کہ ان کا کوئی نمایاں اثر ظاہر نہیں ہوتا، بلکہ افق پر امید کی کوئی کرن بھی نظر نہیں آتی۔

اس صورت حال کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں، اور یہ اسباب اب اتنے الجھ گئے ہیں کہ اس الجھی ہوئی ڈور کا سرا پکڑنا بھی آسان نہیں رہا، لیکن اس وقت میں صرف ایک اہم سبب کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جس کی طرف بسا اوقات ہمارا دھیان نہیں جاتا۔

وہ سبب یہ ہے کہ ہمارا اجتماعی مزاج کچھ ایسا بن گیا ہے کہ ہمیں دوسروں پر تنقید کرنے، ان کے عیوب تلاش کرنے اور ان کی برائیوں پر تبصرہ کرنے میں جو لطف آتا ہے وہ کسی حقیقی اصلاحی عمل میں نہیں آتا۔ حالات کی خرابی کا شکوہ ہمارے لئے وقت گذاری کا ایک مشغلہ ہے جس کے نت نئے اسلوب ہم ایجاد کرتے رہتے ہیں، لیکن ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے کوئی بامعنی قدم اٹھانے کو تیار نہیں ہوتے، اور اگر اصلاحِ احوال کے لئے کوئی جھنڈا بلند کرتے بھی ہیں تو ہماری خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ اصلاح کے عمل کا آغاز کسی دوسرے سے ہو۔ ہماری اصلاحی جدوجہد اس ذہنی مفروضے کی بنیاد پر آگے بڑھتی ہے کہ ہمارے سوا ساری دنیا کے لوگ خراب ہوگئے ہیں، اور ان کے اعمال واخلاق کو درست کرنے کی ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے، یہ سب کچھ سوچتے اور کرتے ہوئے یہ خیال بہت کم لوگوں کو آتا ہے کہ کچھ خرابیاں خود ہمارے اندر بھی ہوسکتی ہیں، اور ہمیں سب سے پہلے ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے، چنانچہ جو اصلاحی تحریک اپنے آپ سے بے خبر ہوکر صرف دوسروں کو اپنا ہدف بناتی ہے، اس میں دوسروں کے لئے کوئی کشش اور تاثیر نہیں ہوتی، اور وہ محض ایک رسمی کارروائی ہوکر رہ جاتی ہے۔

معاشرے کے حالات اور لوگوں کے طرزِ عمل پر تنقید کا سب سے خطرناک اور نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ بعض اوقات معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں کو خود اپنی غلط کاری کے لئے وجہ جواز بنالیا جاتا ہے، چنانچہ یہ فقرہ بکثرت سننے میں آتا رہتا ہے کہ "یہ کام ٹھیک تو نہیں ہے، لیکن زمانے کے حالات کو دیکھتے ہوئے کرنا ہی پڑتا ہے" اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے زمانے اور زمانے کی ساری برائیوں کا تذکرہ تو اس

انداز سے کرتے ہیں جیسے ہم ان تمام برائیوں سے معصوم اور محفوظ ہیں، لیکن اس تذکرے کے بعد جب عملی زندگی میں پہنچتے ہیں تو ان کاموں کا بے تکان ارتکاب کرتے چلے جاتے ہیں، جن کی برائی بیان کرتے ہوئے ہم نے اپنا سارا زورِ بیان خرچ کیا تھا۔

اگر ہماری آنکھوں کے سامنے ایک ہولناک آگ بھڑک رہی ہو، اور ہم یقین سے جانتے ہوں کہ اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی تو یہ پورے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی تو کیا پھر بھی ہمارا طرزِ عمل یہ ہوگا کہ ہم اطمینان سے بیٹھ کر اظہارِ افسوس کرتے رہیں، اور ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش نہ کریں؟ ایسے موقع پر بے وقوف سے بے وقوف شخص بھی آگ کی تفصیلات کو نمک مرچ لگا کر بیان کرنے سے پہلے اسے بجھانے کی کوشش کے لئے فائر بریگیڈ کو فون کرے گا، اور خود بھی اسے بجھانے کا جو طریقہ ممکن ہوگا، اسے اختیار کرے گا، اور اگر آگ بجھتی نظر نہ آئے تو کم از کم وہاں سے بھاگ ہی کھڑا ہوگا، لیکن یہ کام کوئی بدترین دیوانہ ہی کرسکتا ہے کہ یہ سب کچھ کرنے کے بجائے وہ آگ کا قصہ لوگوں کو سنا کر خود اسی آگ میں چھلانگ لگادے۔

لیکن معاشرتی برائیوں کی جس آگ کا تذکرہ ہم دن رات کرتے ہیں، عجیب بات ہے کہ اس کے بارے میں ہمارا طرزِ عمل یہی ہے کہ یہ تذکرہ کرنے کے بعد ہم خود بھی اسی میں کود جاتے ہیں، ہم دن رات رشوت خوروں کو صلواتیں سناتے ہیں، لیکن اگر کبھی وقت پڑ جائے تو خود رشوت لینے یا دینے میں مبتلا ہوجاتے ہیں، جھوٹ، خیانت اور حرام خوری کی مذمت ہمارے وردِ زبان رہتی ہے، لیکن اگر کبھی داؤ چل جائے تو خود ان برائیوں سے نہیں چوکتے، اور اگر کبھی اس پر اعتراض ہو تو ٹکسالی جواب یہ ہے کہ سارا معاشرہ جس ڈھب پر چل رہا ہے ہم اس سے کٹ کر کس طرح رہ سکتے ہیں؟ کیا اس طرزِ عمل کی مثال بالکل ایسی نہیں ہے کہ کوئی شخص بھڑکتی ہوئی آگ کو دیکھ کر خود اس میں چھلانگ لگادے؟

جب معاشرے میں برائیوں اور گمراہیوں کا چلن عام ہوجائے تو ایسے موقع کے لئے قرآن کریم نے ایک بڑی اصولی ہدایت عطا فرمائی ہے، جس سے غفلت کے نتیجے میں ہم موجودہ حالات سے دوچار ہیں، وہ ہدایت قرآن کریم ہی کے الفاظ میں یہ ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ج لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ط

اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ جَمِیۡعًا فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (المائدۃ : ۱۰۵)

"اے ایمان والو! خود اپنی خبر لو، اگر تم ہدایت کے راستے پر ہو تو جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے"۔

اس آیت کریمہ نے یہ زرّیں حقیقت ارشاد فرمائی ہے کہ دوسروں کی بدعملی تمہاری بدعملی کے لئے وجہِ جواز نہیں بن سکتی، نہ صرف اس کا تذکرہ کردینے سے کوئی مقصد حاصل ہوسکتا ہے، تمہارا کام یہ ہے کہ تم اپنی خبر لو، اور کم از کم اپنی ذات کی حد تک بداعمالیوں سے پرہیز کرو، اور اپنا سارا زور خود اپنے آپ کو درست کرنے میں خرچ کردو۔ جن برائیوں سے فوراً بچ سکتے ہو ان سے فوراً بچ جاؤ۔ جن سے بچنے کے لئے کسی کوشش اور محنت کی ضرورت ہے، ان کے لئے کوشش شروع کردو، اگر کوئی دوسرا شخص رشوت لے رہا ہے تو کم از کم خود رشوت کے گناہ سے بچ جاؤ، اگر کوئی دوسرا خیانت کا مرتکب ہو رہا ہے تو کم از کم خود خیانت سے اجتناب کرو، اگر کوئی دوسرا جھوٹ بول رہا ہے تو کم از کم تم سچائی کو اپنا شعار بنالو، اگر کوئی دوسرا حرام خوری میں مبتلا ہے تو کم از کم تم یہ طے کرلو کہ حرام کا کوئی لقمہ میرے پیٹ میں نہیں جائے گا۔

یہی ہدایت ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں دی ہے:

"اِذَا رَأَیۡتَ شُحًّا مُطَاعًا وَھَوًی مُتَّبَعًا وَدُنۡیَا مُؤۡثَرَۃً وَإِعۡجَابَ کُلِّ ذِیۡ رَأۡیٍ بِرَأۡیِہٖ فَعَلَیۡکَ بِخَاصَّۃِ نَفۡسِکَ وَدَعۡ عَنۡکَ أَمۡرَ الۡعَامَّۃِ"

جب تم دیکھو کہ لوگ جذبۂ بخل کی اطاعت کررہے ہیں، اور خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، دنیا کو ہر معاملے میں ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر گھمنڈ میں مبتلا ہے تو ایسے میں خاص طور پر اپنی اصلاح کی فکر کرو، اور عام لوگوں کے معاملے کو چھوڑ دو۔ (سنن ترمذی، کتاب التفسیر، حدیث: ۲۹۸۴، سنن ابی داؤد، ۳۷۷۸، سنن ابن ماجہ، ۴۰۰۴)

مطلب یہ ہے کہ ایسے موقع پر عام لوگوں کی برائی کرتے رہنا مسئلے کا کوئی حل نہیں، مسئلے کا حل یہ ہے کہ ہر شخص اپنی اصلاح کی فکر کرے، اور اپنے آپ کو ان پھیلی ہوئی برائیوں سے بچانے کے لئے اپنی

ساری توانائیاں صرف کردے۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنْ قَالَ : هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ"

جو شخص یہ کہتا پھرے کہ لوگ برباد ہو گئے تو درحقیقت اُن سب سے زیادہ برباد خود وہ شخص ہے۔

(صحیح مسلم "کتاب البر والصلۃ والادب" حدیث: ۴۷۵۵ میں یہ الفاظ ہیں: "اذا قال الرجل هلک الناس فهو أهلکهم" یہی الفاظ سننِ ابی داوٗد حدیث: ۴۳۳۱ میں ہیں)

یعنی جو شخص ہر وقت دوسروں کی برائیوں کا راگ الاپتا رہتا ہو، اور خود اپنے عیوب کی پروا نہ کرے، وہ سب سے زیادہ تباہ حال ہے، اس کے بجائے اگر وہ اپنی اصلاح کی فکر کرلے، اور اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لے کر اپنی برائیاں دور کرلے تو کم از کم معاشرے سے ایک فرد کی برائی ختم ہو جائے گی، اور تجربہ یہ ہے کہ معاشرے میں ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا ہے، اور ایک فرد کی اصلاح کسی دوسرے کی اصلاح کا بھی ذریعہ بن جاتی ہے، معاشرہ درحقیقت افراد ہی کے مجموعے سے عبارت ہے، اور اگر افراد میں اپنی اصلاح کی فکر عام ہو جائے تو دھیرے دھیرے پورا معاشرہ بھی سنور سکتا ہے۔

لہٰذا مسئلے کا حل یہ نہیں ہے کہ ہم معاشرے اور اس کی برائیوں کو ہر وقت کوستے ہی رہیں، اس سے نہ صرف یہ کہ کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات لوگوں میں مایوسی پھیلتی ہے، اور بدعملی کو فروغ ملتا ہے، اس کے بجائے مسئلے کا حل قرآن وسنت کے مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے حالات کا جائزہ لے اور اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کی عادت ڈال کر یہ دیکھے کہ اس کے ذمے اللہ اور اس کے بندوں کے کیا کیا حقوق وفرائض ہیں؟ اور کیا وہ واقعۃً ان حقوق وفرائض کو ٹھیک ٹھیک ادا کر رہا ہے؟ معاشرے کی جن برائیوں کا شکوہ اس کی زبان پر ہے، ان میں سے کن کن برائیوں میں وہ خود حصہ دار ہے؟

چونکہ ہم نے کبھی اس نقطۂ نظر سے اپنا جائزہ لینے کی کوشش ہی نہیں کی، اس لئے یہ اجمالی بہانہ ہم

دن رات پیش کرتے رہتے ہیں کہ چار سُو پھیلی ہوئی بدعنوانیوں میں ایک اکیلا شخص کیا کرسکتا ہے؟ حالانکہ اگر انصاف کے ساتھ اس طرح جائزہ لے کر دیکھیں تو یہ پتہ چلے گا کہ ان گئے گذرے حالات میں بھی ایک اکیلا شخص بہت کچھ کرسکتا ہے، جائزہ لینے سے معلوم ہوگا کہ ہماری بہت سی غلطیاں اور کوتاہیاں ایسی ہیں جن کا ہم فوری طور پر تدارک کرسکتے ہیں، اور کوئی نہیں ہے جو اس تدارک کے راستے میں رکاوٹ بن سکے۔

اور بہت سی غلطیاں ایسی ہیں جن کا اگر فوری تدارک ممکن نہیں ہے تو کم از کم ان کی مقدار اور سنگینی میں فوری طور سے کمی کی جاسکتی ہے، اور بہت سی ایسی بھی ہیں جن کی تلافی اور تدارک میں کچھ دشواریاں ہیں، لیکن وہ دشواریاں ایسی نہیں ہیں جو حل نہ ہوسکیں، ان دشوایوں کو دور کرنے کی راہیں سوچی جاسکتی ہیں، آخر اسی گئے گذرے معاشرے میں ایسے لوگوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے جو برائیوں کی اس بھڑکی ہوئی آگ میں بھی اپنا دامن بچا کر زندگی گذار رہے ہیں، ایسے لوگ اپنی پاکباز زندگی کی وجہ سے مر نہیں گئے، وہ بھی اسی معاشرے میں زندہ ہیں، بلکہ اگر حقیقت شناس نگاہ ہو تو بہت اچھی طرح زندہ ہیں۔

لیکن ان ساری باتوں کا احساس اسی وقت جاگ سکتا ہے جب دل میں اصلاح کی فکر پیدا ہوجائے، اور اس فکر کے نتیجے میں اپنا جائزہ لینے کی عادت پڑ جائے، جس دن ضمیر کی یہ طاقت بیدار ہوگئی اور اس کی آواز سننے کے لئے قلب وذہن کے دریچے کھل گئے اس دن صحیح معنی میں اس حقیقت کا انکشاف ہوگا کہ معاشرے کی خرابی کا جو ہوّا ہم نے اپنے سروں پر مسلط کررکھا تھا، اور جس نے ہمیں اپنی صحت کی ہر تدبیر سے روکا ہوا تھا، وہ کتنا بے حقیقت اور کتنا بے وزن تھا؟ بیمار کا سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اسے اپنی بیماری کا احساس ہو، اور اس بات کا یقین اس کے دل میں پیدا ہو کہ اس کی بیماری ناقابلِ علاج نہیں ہے، اور آج ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہم اس احساس اور اس یقین سے مسلح ہو کر اپنی بیماری کا علاج تلاش کرنے کی فکر کریں۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

# توضیح القرآن

## آسان ترجمۂ قرآن

| ﴿...... اٰیاتھا ۱۲۰ ...... | سورۃ المائدۃ | ...... رکوعاتھا ۱۶ ......﴾ |
|---|---|---|

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝

اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یارومددگار نہ بناؤ[۱]۔ یہ خود ہی ایک دوسرے کے یارومددگار ہیں۔ اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۵۱) چنانچہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق) روگ ہے، تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ لپک لپک کر اُن میں گھستے ہیں، کہتے ہیں: ''ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت کا چکر آپڑے گا''[۲] (لیکن) کچھ بعید نہیں کہ اللہ (مسلمانوں کو) فتح عطا فرمائے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کردے[۳] اور اُس وقت یہ لوگ اُس بات پر پچھتائیں جو انہوں نے اپنے دِلوں میں چھپا رکھی تھی۔ (۵۲)

(۱) اس آیت کی تشریح اور غیر مسلموں سے تعلقات کی حدود کی تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ آل عمران (۳:۲۸) کا حاشیہ۔

(۲) یہ منافقین کا ذکر ہے جو یہود و نصاریٰ سے ہر وقت گھلے ملے رہتے ہیں اور ان کی سازشوں میں شریک رہتے تھے، اور جب اُن پر اعتراض ہوتا تو وہ جواب دیتے کہ اگر ہم ان سے تعلقات نہ رکھیں گے تو ان کی طرف سے ہمیں تنگ کیا جائے گا اور ہم کسی مصیبت میں گرفتار ہوسکتے ہیں۔ اور ان کے دِل میں یہ نیت ہوتی تھی کہ کسی وقت مسلمان ان کے ہاتھوں مغلوب ہوجائیں گے تو ہمیں بالآخر انہی سے واسطہ پڑے گا۔

(۳) ''کوئی اور بات ظاہر کرنے'' سے مراد غالباً یہ ہے کہ ان کے پول وحی کے ذریعے کھول دیئے جائیں اور ان کی رُسوائی ہو۔

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

---

اور (اس وقت) ایمان والے (ایک دوسرے سے) کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے بڑے زور شور سے اللہ کی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے اعمال غارت ہو گئے، اور وہ نامراد ہو کر رہے (۵۳) اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا، اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے، جو مؤمنوں کے لئے نرم اور کافروں کے لئے سخت ہوں گے، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا، بڑے علم والا ہے (۵۴) (مسلمانو!) تمہارے یار و مددگار تو اللہ، اس کے رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو اس طرح نماز قائم کرتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں کہ وہ (دل سے) اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہوتے ہیں (۵۵) اور جو اللہ اور اس کے رسول کو اور ایمان والوں کو دوست بنائے تو (وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے اور) اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔ (۵۶)

☆☆☆

عربی تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

عربی سے ترجمہ: مولانا یوسف حسین گجراتی

# "المدونۃ الجامعۃ" پر تقریظ

المدونۃ الجامعۃ کا تعارف پچھلے شمارے کے اداریے میں آچکا ہے، اس پر رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے جو تقریظ لکھی ہے، اس کا اردو ترجمہ مولانا یوسف حسین گجراتی صاحب نے کرکے اردو داں حضرات کے لئے آسانی پیدا کردی ہے، یہ تقریظ ذیل میں پیش خدمت ہے جو بذات خود اہم معلومات پر مشتمل ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ادارہ

**الحمد لله الكبير المتعال ، ذى المجد والكمال، الذى ارسل رسله لهداية عباده الذين مالهم من دونه من وال، والذى يسجد له من فى السموات والأرض بالغدو والآصال .والصلاة والسلام على سيد المرسلين ،امام المتقين ، رسول رب العلمين سيد نا محمد وعلىٰ آله وصحبه اجمعين ، امابعد !**

بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ خیر القرون سے لیکر عہد حاضر تک صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین سمیت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے حفاظ ومحدثین اور علماء کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کو غایت درجہ اہتمام کے ساتھ محفوظ کرنے کیلئے لازوال خدمات پیش کیں، کیونکہ امتِ مسلمہ کو جہاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا پابند کیا گیا ہے، وہیں اُسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا بھی مکلّف بنایا گیا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی سمجھی جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (النور: ۵۴)

"(ان سے) کہو کہ : اللہ کا حکم مانو اور رسول کے فرمانبردار بنو"۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:۸۰)

"جو رسول کی اطاعت کرے اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔

اور دوسری جگہ فرمایا :

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

"حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے"۔

اور اس لئے بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ قرآن کریم کی تفسیر کا درجہ رکھتی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل : ۴۴)

"اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کر دو جو ان کے اتاری گئی ہیں"۔

یہی وجہ ہے کہ احادیث نبویہ علی صاحبها الصلاۃ والسلام اسلام کے چار بنیادی مآخذ میں سے دوسرے سب سے بڑے مأخذ ہونے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

دین اسلام میں احادیث مبارکہ کی ذکر کردہ اسی اہمیت اور قدر و منزلت کے پیش نظر اہل علم کا ایک بڑا طبقہ ہمیشہ ہی سے ان کی حفظ و تدوین میں مصروف عمل رہا، اور اس نے احادیث کی جمع و تدوین، اور ضبطِ اسانید، متون کی شرح، اور ان سے احکام کے استنباط کے لئے قابل قدر اور انتھک جدوجہد کی جس کے نتیجے میں ہزاروں کی تعداد میں کتب حدیث تالیف کی گئیں، جو جوامع، سنن، مسانید، مصنفات، اجزاء، معاجم، کتب جرح و تعدیل و کتب اسماء الرجال کی صورتوں میں سامنے آئیں۔

ویسے تو احادیث نبویہ علی صاحبها الصلاۃ والسلام کو محفوظ کرنے کے لئے اہل علم نے متعدد جہات سے کوششیں کیں، لیکن اس عظیم علم کی خدمت کی ایک اور جہت، جسے علمی حلقہ میں غایت درجہ مقبولیت عطا ہوئی، یہ تھی کہ مختلف کتب حدیث کی مرویات کو (حذف تکرار و ترتیب نو کے ساتھ) ایک ہی مجموعہ یا کتاب میں جمع کر دیا جائے، جس کے لئے حفاظِ حدیث اور محدثین کی ایک بڑی تعداد میدانِ عمل

میں اتری، جس نے کتب حدیث کے بے مثال ونادر مجموعے تیار کر کے علم حدیث کی انتہائی مفید خدمت کی سعادت حاصل کی، اس سلسلے کی مندرجہ ذیل کتب بالخصوص قابل ذکر ہیں:

۱۔۔۔ رزین بن معاویة السَّرَقُسْطِیُّ، رحمه الله، (وفات: ۵۳۵ھ) کی کتاب "التجرید للصحاح الستة" یہ کتاب صحاحِ ستہ (صحیح البخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، موطأ امام مالکؒ) کو ایک مجموعہ کے تحت لانے کی اوّلین کاوش ہے، جسے فقہی ابواب کے اعتبار سے مرتب کر کے ایک جامع اور منفرد مجموعہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

۲۔۔۔ ابو السعادات ابن الاثیر الجزری، رحمہ اللہ، (وفات ۶۰۶ھ) کی کتاب "جامع الاصول فی احادیث الرسول صلی الله علیه وسلم"

علامہ ابن الاثیرؒ نے اس کتاب میں رزین بن معاویہ ہی کی مذکورہ کتاب کو بنیاد بناتے ہوئے اس میں مزید نکھار پیدا کیا، احادیث میں ذکر کردہ غریب الفاظ کی تشریح کی، اور از سر نو ترتیب وتنسیق سمیت چھوٹی ہوئی احادیث کا استدراک کیا، گو انہوں نے بھی اسے ابواب فقہیہ ہی کے اعتبار سے مرتب کیا ہے، لیکن فقہی ابواب کی ترتیب انہوں نے حروف تہجی کے لحاظ سے رکھی ہے۔

۳۔۔۔ حافظ ابن کثیر الدمشقی، رحمہ اللہ، (وفات ۷۷۴ھ) کی کتاب "جَامِعُ الْمَسَانِیْدِ وَالسُّنَنِ الْهَادِیْ لِاَ قْوَمِ سَنَن"

یہ کتاب صحابہ کرام، رضی اللہ عنہم، کی مسانید پر مرتب کی گئی ہے، جس میں علامہ ابن کثیرؒ نے ہر ہر صحابی کی احادیث کو علیحدہ علیحدہ ترتیب دیا ہے، اس کتاب کے بارے میں امام کتانی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں:

> "جمع بین الاصول الستة ومسانید أحمد والبزار وأبی یعلی والمعجم الکبیر وربما زاد علیها من غیرها"۔
>
> ترجمہ: "اس میں صحاح ستہ، مسند احمد، مسند بزار، مسند ابی یعلی اور معجم کبیر کی احادیث کو بخوبی جمع کر دیا گیا ہے بلکہ بعض مقامات پر دیگر کتابوں سے بھی احادیث کا اضافہ کیا ہے"۔

۴۔۔۔حافظ ہیثمی، رحمہ اللہ، (وفات ۸۰۷ھ) کی کتاب "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد"

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے جمعِ زوائد کے لئے (زوائد سے مراد صحاحِ ستہ میں موجود احادیث کے علاوہ دیگر کتابوں کی اضافی احادیث ہیں) متعدد کتابیں تالیف کیں، جن میں مسند احمد، مسند ابی یعلیٰ، مسند بزار اور علامہ طبرانی رحمہ اللہ کی المعجم الکبیر کے زوائد کو ایک مستقل مجموعہ میں جمع کیا ــــ جبکہ المعجم الاوسط اور المعجم الصغیر کے زوائد کو یکجا ایک الگ تصنیف میں ترتیب دیا ــــ پھر حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اپنی ان گرانقدر کتب کو اپنے شیخ حافظ عراقی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا، جیسا کہ انہوں نے یہ واقعہ اپنے مقدمہ میں ذکر کیا ہے، تو شیخ عراقیؒ نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ ان زوائد کو اسانید کے بغیر ہی صرف ایک کتاب میں جمع کردیں، چنانچہ انہوں نے اس مشورہ پر بعینہٖ عمل کیا اور ان تمام مرتب کردہ کتابوں کو ایک ہی تالیف میں ابوابِ فقہیہ کی ترتیب پر بحسن وخوبی جمع کیا، اور اس مجموعہ کو "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد" کے نام سے موسوم کیا، چنانچہ دس جلدوں پر مشتمل یہ کتاب چھپی ہوئی ہے۔

۵۔۔۔حافظ بوصیری، رحمہ اللہ، (وفات: ۸۵۲ھ) کی کتاب "اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة"

حافظ بوصیری، رحمہ اللہ، نے اس میں صحاح ستہ میں مذکور احادیث کو چھوڑ کر مسانید عشرہ کی احادیث کے زوائد کو جمع کیا ہے، وہ دس مسانید یہ ہیں:

مسند الطیالسی، مسند مسدد، مسند الحمیدی، مسند اسحاق بن راہویہ، مسند ابن ابی شیبہ، مسند العدنی، مسند عبد بن حمید، مسند الحارث بن ابی اسامہ، مسند احمد بن منیع، مسند الکبیر لابی یعلی، اور مذکورہ احادیث کو کتبِ احکام کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔

۶۔۔۔حافظ ابن حجر عسقلانی، رحمہ اللہ، (وفات: ۸۵۲ھ) کی کتاب "المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية"

اس کتاب میں علامہ ابن حجر عسقلانی، رحمہ اللہ، نے آٹھ کتب مسانید یعنی مسند طیالسی، مسند مسدد، مسند الحمیدی، مسند ابن ابی شیبہ، مسند العدنی، مسند عبد بن حمید، مسند احمد بن منیع، مسند حارث بن ابی اسامہ میں جو احادیث، صحاح ستہ اور مسند احمد کے علاوہ تھیں، انہیں بطور زوائد جمع کیا ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے ابویعلی کی مسند کبیر کی ان احادیث کا بھی استیعاب کیا ہے، جو علامہ ہیثمی، رحمہ اللہ، نے اپنی کتاب مجمع الزوائد میں ذکر نہیں کی تھیں، جس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ علامہ ہیثمیؒ نے صرف مسند صغیر پر اکتفاء کیا ہے، نیز حافظ ابن حجرؒ کو مسند اسحاق بن راہویہ کا نسخہ نصف کے بقدر مل گیا تھا، تو انہوں نے اس کو بھی مجموعہ میں شامل کر لیا، اس طرح یہ کتاب دس مسانید کے زوائد پر مشتمل ہوگئی، جیسا کہ انہوں نے اپنے مقدمہ میں بھی اس بات کا تذکرہ فرمایا ہے، انہوں نے بھی اپنی کتاب کو اسی طرح کتب فقہیہ کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے، جیسا کہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کا طرز اور اسلوب ہے۔

۷۔۔۔حافظ سیوطی، رحمہ اللہ، (وفات ۹۱۱ھ) کی کتاب "الجامع الصغیر وزیاداتہ"

علامہ جلال الدین سیوطی، رحمہ اللہ، نے حروف تہجی کی ترتیب پر اپنی اس کتاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف قولی احادیث کو ابجدی ترتیب پر جمع کیا ہے، اور اس کے لئے بہت سے مصادر ومراجع کا سہارا لیا ہے، اس کتاب میں ذکر کردہ احادیث کی تعداد دس ہزار اکتیس (۱۰۰۳۱) تک جا پہنچی ہے، پھر علامہ سیوطی، رحمہ اللہ، نے دوبارہ مراجعت کے بعد بہت سی احادیث کا اضافہ کیا جن کی تعداد چار ہزار چار سو چالیس (۴۴۴۰) ہے۔

اس کے بعد شیخ یوسف نبہانی، رحمہ اللہ، (المتوفی ۱۳۵۰ھ) نے اصل کتاب اور اس کی زیادات کو ایک مستقل تالیف میں جمع کر دیا، جسے الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی الجامع الصغیر کے نام سے موسوم کیا اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسے حروف تہجی کی ترتیب پر مرتب کیا، اس طرح اس مجموعہ میں چودہ ہزار چار سو اکہتر (۱۴۴۷۱) احادیث جمع ہوگئیں۔

۸۔۔۔حافظ سیوطی، رحمہ اللہ، (وفات ۹۱۱ھ) کی کتاب "جمع الجوامع" جسے "الجامع الکبیر" بھی کہا جاتا ہے۔

اس میں علامہ سیوطیؒ نے اسی (۸۰) کتب حدیث کو جمع کیا ہے اور ان کی دو قسمیں کر دی ہیں:

پہلی قسم: قولی احادیث پر مشتمل ہے، جسے حروف تہجی کی ترتیب پر اسی طرح جمع کر دیا گیا ہے جس طرح " الجامع الصغیر " ہے۔

دوسری قسم: فعلی اور ان جیسی دیگر احادیث پر مشتمل ہے، یہ قسم مسانید صحابہ، رضی اللہ عنہم اجمعین،

کے مطابق ترتیب دی گئی ہے۔

۹۔۔۔ علاء الدین علی بن حسام المتقی الھندی، رحمہ اللہ، (وفات ۹۷۵ھ) کی کتاب "کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال "

جس میں علامہ متقی ہندی، رحمہ اللہ، نے جامع صغیر اور زیاداتِ جامع صغیر کی احادیث کو جمع کر کے "جمع الجوامع" کی اُن قولی وفعلی احادیث کا اضافہ کیا ہے جو جامع صغیر اور اس کی زیادات میں آنے سے رہ گئی تھیں، اور علامہ ابن اثیر کے "جامع الاصول" کے طرز پر انہیں فقہی ابواب کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے۔

۱۰۔۔۔ علامہ عبدالرؤف المناوی، رحمہ اللہ، (وفات ۱۰۳۱ھ) کی کتاب "الجامع الازھر فی أحادیث النبی الأنور "

علامہ مناویؒ جامع صغیر کے شارح اور متعدد کتب حدیث کے مؤلف ہیں، انہوں نے اس کتاب میں تین ضخیم جلدوں میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) کے قریب ایسی احادیث جمع کی ہیں جن میں سے زیادہ تر حدیثیں صحاح ستہ کے علاوہ ہیں، اور اس کی وجہ تالیف ذکر کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

"أن الحافظ الکبیر جلال الدین السیوطی، رحمه الله، إدعی أنه جمع فی کتاب الجامع الکبیر الأحادیث النبویة، مع أنه قد فاته الثلث فأ کثر، وهذا فیما وصلت إلیه أیدینا بمصر ومالم یصل إلینا أکثر، وفی الأقطار الخارجة عنهامن ذلک أ کثر، فاغتر بهذه الدعوی کثیر من الأکابر، فصار کل حدیث یسأل عنه أو یرید الکشف علیه یراجع الجامع الکبیر فان لم یجد ہ فیه غلب علی ظنه أنه لا وجود له، فربما أجاب بأنه لا أصل له فعظم بذلک الضرر"۔

> "حافظ کبیر علامہ جلال الدین سیوطی، رحمہ اللہ، نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب الجامع الکبیر میں تمام احادیثِ نبویہ کو جمع کر دیا ہے، حالانکہ مجموعہ احادیث کا ایک تہائی بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ اس میں ذکر نہیں کر سکے تھے، اور یہ جو ہم ایک تہائی کی بات کہہ رہے ہیں یہ ان احادیث کی نسبت سے ہے جن پر ہم

مصر میں مطلع ہوئے، اور وہ احادیث جو ہم تک بھی نہ پہنچ سکیں وہ اور زیادہ ہیں، اور وہ احادیث جو خارج مصر و دیگر علاقوں میں پائی جاتی ہیں، ان پر مستزاد ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب بھی ان حضرات سے کسی حدیث کے بارے میں پوچھا جاتا یا وہ خود کسی حدیث کے بارے میں جاننا چاہتے تو وہ الجامع الکبیر کی طرف مراجعت فرماتے اور اگر ان کو وہ حدیث اس میں نہ ملتی تو ان کا یہ غالب گمان ہوجاتا کہ سرے سے اس حدیث کا کوئی وجود ہی نہیں اور بسا اوقات ایسی صورت میں وہ یہ کہہ دیتے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ بات ایسی ہے جس سے بڑا نقصان ہوا۔ "

۱۱۔۔ محمد بن سلیمان المغربی، رحمہ اللہ، (وفات: ۱۰۹۴ھ) کی کتاب "جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزوائد"

مؤلف علام نے اس مجموعہ میں ذکر کردہ دو کتب علامہ ابن الاثیرؒ کی جامع الاصول اور علامہ ہیثمیؒ کی مجمع الزوائد کو جمع کر دیا ہے، اور اس میں زیادات سنن ابن ماجہ اور زوائد سنن دارمی کو شامل کر کے انہوں نے کل چودہ (۱۴) کتابوں کو جمع کر دیا ہے، اور اسے ابواب فقہیہ کی ترتیب پر رکھا ہے۔

مزید برآں محدثین کی یہ جہد مسلسل اس جمع و ترتیب پر ہی منحصر نہیں رہی، بلکہ علم حدیث کے دیگر علوم کو بھی حاوی ہوتی چلی گئی، جن میں سے بالخصوص "تحمل اور اداء" کے لحاظ سے روایت حدیث کے قوانین ضبط کرنا، جملہ مرویات کی توثیق و تدقیق، راویوں پر جرح و تعدیل کے اعتبار سے کلام، نصوص کی شرح اور ان کی مشکلات و مقاصد کا بیان، ایسے علوم ہیں جن کے ذریعے محدثین نے سنت مطہرہ کو تبدیل و تحریف سے بچا کر ایسے قلعہ میں محفوظ کر دیا جس کی نظیر کسی امت میں نظر نہیں آتی۔

بہر حال یہ تو سنت نبوی علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے جمع و ترتیب میں ائمہ حدیث کی گرانقدر جدوجہد کا ایک مختصر سا خاکہ ہے کیونکہ میرے پیش نظر اس مختصر وقت میں ان حضرات محدثین کے گرانمایہ کارناموں کا احاطہ نہیں تھا، بلکہ اس مختصر تحریر میں صرف ان چند کارہائے نمایاں کا تذکرہ مقصود تھا جو وسائل و اسباب کی قلت کے باوجود ان مقتدر شخصیات کی طرف سے انجام دیے گئے۔ جزاهم الله عنا وعن جميع امة محمد صلى الله عليه وسلم خير الجزاء.

## ایک بے مثال کارنامہ:
## تمام احادیث نبویہ کی تدوینِ جدید اور عالمی نمبرنگ

گو ذکر کردہ تمام مساعیٔ جمیلہ یقیناً لائق صد تحسین ہیں، البتہ ان میں سے اکثر میں احادیث کا احاطہ نہیں ہوسکا ہے کیونکہ جو احادیث کتب صحاح ستہ میں مذکور ہیں، وہ کتب زوائد میں نہیں، اور جو کتب زوائد میں ہیں، وہ صحاح ستہ میں موجود نہیں، اور اس میں شک نہیں کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی جامع صغیر اور جمع الجوامع ذخیرہ احادیث کے بیشتر حصہ کو محیط ہے، لیکن ایک مشکل یہ ہے کہ ان میں اسانید کو حذف کر دیا گیا ہے اور احادیث کی تبویب نہیں کی گئی ہے، نیز جا بجا تکرار بھی ہے، اور موجودہ زمانہ جو علمی وسائل کی فراوانی کا دور ہے اور کمپیوٹر کی جدید ٹیکنالوجی نے حدیث کی اُن کتب مطبوعہ یا مخطوطہ تک رسائی کو آسان بنادیا ہے جن تک رسائی ہمارے متقدمین علماء حتی کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تک کو حاصل نہ تھی، چنانچہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے عقیدت ومحبت رکھنے والے بعض حضرات نے یہ ضرورت محسوس کی کہ از سر نو تمام احادیث کو ایک ہی کتاب میں جمع کر دیا جائے، جس کے لئے قدیم وجدید مطبوعات سمیت کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور معتمد سوفٹ ویئرز جیسے جدید وسائل سے بھی بھر پور مدد لی جائے، اور جملہ احادیث کو جوامع کے طرز پر موضوعات کے اعتبار سے باب در باب ترتیب جدید کیساتھ جمع کر دیا جائے، جس میں ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہو (جس سے اس سے پہلی تالیفات وتصنیفات خالی ہیں) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہر ہر حدیث کو ایک عالمی نمبر بھی دے دیا جائے تاکہ احادیث کا حوالہ بھی نمبرات کے ذریعہ اسی طرح دیا جاسکے جس طرح قرآنی آیات کا دیا جاتا ہے۔ اور اس کی ضرورت اس لئے شدت سے محسوس کی جارہی تھی کہ حدیث نمبر کے ساتھ حوالہ دینے میں مشکلات کا سامنا تھا اور وہ اس وجہ سے کہ ایک ہی حدیث بسا اوقات متعدد کتب میں تخریج کی جاتی ہے اور ہر کتاب میں اس حدیث کا الگ نمبر ہوتا ہے، جس کی بناء پر ایک ہی حدیث کے کئی نمبر ہوجاتے ہیں، بلکہ بعض اوقات ایک ہی حدیث کے متعدد طرق ہوتے ہیں اور ہر طریق کا نمبر جدا ہوتا ہے، چنانچہ کسی کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ کسی حدیث کا صرف نمبر کے ذریعہ حوالہ دے سکے، جس طرح آیات قرآنیہ کا

سورت اور آیت نمبر کے ساتھ بسہولت اور پورے اعتماد کے ساتھ حوالہ دیا جاتا ہے۔

چنانچہ اس اہم ترین ضرورت اور بھاری بھرکم اور جان جوکھوں میں ڈال دینے والے کام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے میرے برادر مکرم محدث و مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا، جنہیں ہمارے مشائخِ کبار نے "شیخ الاسلام" کے لقب سے ملقب کیا ہے، اور در حقیقت وہ علوم شرعیہ میں اپنے غایت درجہ رسوخ اور گہرائی کے حامل ہونے اور علمی و تحقیقی میدانوں میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے متنوع دینی خدمات کے پیش نظر اس لقب کے بجا طور پر مستحق و اہل ہیں۔

الغرض اس عظیم منصوبے کی تکمیل کے لئے ہم نے جامعہ دار العلوم کراچی میں ۱۴۲۳ھ میں مستقل طور پر ایک شعبہ بنام "شعبۃ موسوعۃ الحدیث" قائم کیا، اور اس کی نظامت و نگرانی میرے جواں سال، نیکوکار اور چاق و چوبند خواہر زادہ و داماد مولانا نعیم اشرف، حفظہ اللہ، کے سپرد کی گئی، جنہیں نہ صرف یہ کہ کمپیوٹر اور اس کے سوفٹ وئیرز میں مہارتِ کاملہ حاصل ہے، بلکہ قلمی مخطوطات کی تحقیق اور بڑے علمی موسوعات کی نشر و اشاعت کا مکمل تجربہ اور ملکہ بھی حاصل ہے، نیز اس کے ساتھ ساتھ ہم نے اپنے جامعہ کے فارغ التحصیل کچھ ممتاز متخصصین و فاضل علماء کو معاونین کی حیثیت سے ان کے ساتھ شامل کیا تاکہ یہ بھاری بھرکم کام بخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے۔

اور اب جبکہ بحمد اللہ تعالیٰ اس مقتدر کام کا ایک معتد بہ حصہ مکمل ہو چکا ہے، کام کی ضخامت اور اس پر اٹھنے والے کثیر اخراجات کے پیش نظر ہم نے توکلا علی اللہ یہ ارادہ کیا ہے کہ اس ضخیم مجموعہ کی طباعت ایک ایک جلد کر کے شروع کر دی جائے۔ اور اب جبکہ اس عظیم القدر کتاب کی پہلی جلد منظر عام پر آ رہی ہے، ہم اس عظیم توفیق پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں، اور اسی سے اس عظیم کام کی تکمیل کے لئے دعا گو ہیں کہ وہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائے، امتِ مسلمہ کے لئے اس کا نفع عام و تام فرمائے، اور جس کسی نے بھی علمی، عملی، مادّی یا دامے درمے سخنے اس کام میں کسی طرح بھی معاونت کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے اس کام کو ذخیرۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین۔

اور جہاں تک کام کے مستوٰی و معیار اور مصروف عمل کارکنان کی کامیابی کا تعلق ہے، تو دورانِ مطالعہ قارئین اس کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں، جیسا کہ اس کے مطالعہ سے میری آنکھیں بھی بے حد ٹھنڈی

ہوئیں، قلبی مسرت وفرحت محسوس ہوئی، اور دلی سکون واطمینان نصیب ہوا، بالخصوص جب میں نے ملاحظہ کیا کہ کس حسن وخوبی سے مصادر ومراجع کے حوالے کے ساتھ طرقِ احادیث کا استیعاب کیا گیا ہے اور اختلافِ الفاظ کو پوری مہارت کیساتھ ذکر کر کے اس ذخیرہ کو ایک معتمد مرجع بنا دیا گیا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر ہر باب کے تحت جملہ احادیث کو باضابطہ ایک عالمی نمبر دے کر محدثینِ متقدمین کے کلام کی روشنی میں ہر ہر حدیث کا حکم بیان کیا گیا ہے، جس کے بعد اب یہ مجموعہ علم حدیث کی دنیا میں بلاشبہ ایک عدیم النظیر وفقید المثال خدمت کی حیثیت سے آپ کے سامنے ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس مقتدر کام میں انتھک جدوجہد کرنے والے ان کارکنان کو اپنے شایانِ شان اجر جزیل عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل اور زندگی میں پیہم برکات عطا فرمائے، اور اس خدمت کو دین ودنیا میں ان کے لئے نافع اور ذخیرہ آخرت بنائے۔

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ
خادم الحدیث النبوی الشریف بجامعہ دار العلوم کراتشی
۱۱/ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی


# یادیں

## (دوسری قسط)

میری والدہ ماجدہ، (محترمہ نفیسہ خاتون صاحبہ) اللہ تعالیٰ اُن پر ہمیشہ اپنی رحمت کی بارشیں برسائے، ایک مثالی ماں اور ایک مثالی گھریلو خاتون تھیں۔ وہ دیوبند کے ایک مشہور انصاری خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، اور انہوں نے جس طرح ہر قسم کے سرد وگرم حالات میں حضرت والد صاحبؒ کی رفاقت کا حق ادا کیا، وہ ایک مستقل موضوع ہے، اس کے بارے میں میں ان کی وفات پر لکھ بھی چکا ہوں، جو میری کتاب "نقوش رفتگاں" میں شامل ہے۔ وہ بھی بڑی عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں، ان کے تلاوت، ذکر اور نوافل کے معمولات اس وقت تک قضا نہیں ہوئے جب تک وہ اپنے ہوش وحواس میں رہیں۔

لیکن ہمارے لئے تو وہ ایک سراپا محبت وشفقت وجود تھا جس کے رات دن کے تقریباً تمام اوقات ہماری راحت رسانی کے لئے وقف تھے، اور اس کی خاطر وہ خود اپنی راحت وآرام کو ہمیشہ قربان کئے رہتی تھیں۔ یوں تو اپنی ساری اولاد ہی سے ان کی محبت برابر تھی، لیکن سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے مجھے اُن کا لاڈ پیار شاید سب سے زیادہ ملا، جس کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ میں کافی بڑا ہونے تک کھانا اُنہی کے ہاتھ سے کھایا کرتا تھا، اور جب تک وہ لقمے بنا بنا کر میرے منہ تک نہ پہنچاتیں، میں کھانا نہیں کھاتا تھا۔ اس کے علاوہ والدہ صاحبہؒ کو کسی قریب کے گھر میں بھی جانا ہوتا، تو ممکن نہیں تھا کہ میں اُن کے ساتھ نہ ہوں۔

اُس زمانے میں دیوبند جیسے قصبے میں خودکار سواریوں، مثلاً موٹر کاروں کا کوئی تصور نہیں تھا۔ جو لوگ دیوبند سے کبھی باہر نہ گئے ہوں، انہوں نے کبھی موٹر کار شاید دیکھی بھی نہ ہو۔ لے دے کر تانگا (گھوڑا گاڑی) ہی ایک سواری ایسی تھی جس میں بیٹھ کر قصبے کے اندرونی فاصلے طے کئے جاسکتے تھے، اور وہ بھی صرف مردوں کیلئے مخصوص سواری تھی۔ مسلمان خواتین کیلئے برقع پہن کر بھی تانگے میں بیٹھ کر

کہیں جانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اگر کوئی بہت دور کا فاصلہ ہوتا، اور تانگے کے بغیر سفر کرنا مشکل ہوتا، تو تانگے کے چاروں طرف پردہ باندھ کر برقع پوش خواتین اُس پردے کے اندر بیٹھتی تھیں، ورنہ ایک محلے سے دوسرے محلے جانے کے لئے پالکی استعمال ہوتی تھی، جسے دیوبند کی زبان میں "ڈولی" کہا جاتا تھا۔ اس ڈولی کو دو انسان اپنے کندھوں پر اٹھاتے تھے جنہیں "کہار" کہتے تھے۔ جب کسی خاتون کو ڈولی میں سفر کرنا ہوتا، تو کہار اُس کو گھر کے اندر رکھ کر باہر چلے جاتے۔ خاتون اُس میں بیٹھ جاتیں، اور کبھی کبھی اپنے ساتھ ایک پتھر رکھ کر بیٹھتی تھیں، تاکہ جب کہار ڈولی کو اٹھائے، تو اُسے خاتون کے جسم کا صحیح وزن بھی معلوم نہ ہو سکے۔ بعض اوقات چھوٹے بچوں کو شوق ہوتا تھا کہ وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ اس سواری کا مزہ لیں۔ ایسی صورت میں پتھر رکھنے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی تھی۔ چنانچہ جب میری والدہ صاحبہ میری نھیال کے کسی گھر میں تشریف لے جاتیں، تو مجھے بھی ساتھ بٹھا لیتیں، اور مجھے ڈولی کے چاروں طرف پڑے ہوئے پردوں کی وجہ سے یہ تو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ہم کہاں سے گزر رہے ہیں، لیکن ہم جھٹکے لیتی ہوئی اُس ڈولی کے ہچکولوں ہی سے مزہ لیتے رہتے تھے، جنہیں ہم دیوبند کی زبان میں یہ کہتے تھے کہ بڑی اچھی "باریاں" آرہی ہیں، (یعنی سواری کے مزے آرہے ہیں)۔

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہم نو بہن بھائی تھے۔ سب سے بڑی بہن محترمہ نعیمہ صاحبہ (مرحومہ) تھیں، جنہیں ہم "آپا جان" کہتے تھے۔ ان کی شادی میری پیدائش سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ ان کی دو صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے بھی میری پیدائش سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ اگرچہ وہ بہت خوش مزاج خاتون تھیں، اور میرے تمام بہن بھائی اُن سے بہت بے تکلف تھے، لیکن بچپن ہی میں مجھ پر اُن کا ایسا رعب قائم ہو گیا تھا جو والدہ ماجدہ کے رعب سے بھی زیادہ تھا۔ اور اُس کی وجہ شاید یہ تھی کہ اُن کا مکان ہمارے مکان سے کچھ فاصلے پر اُس محلے میں تھا جسے "ٹیلہ" کہا جاتا ہے، وہ ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا، مگر ہمیں وہ پہاڑ سے کم معلوم نہیں ہوتا تھا۔ ہماری یہ بہن اس ٹیلے پر اپنے شوہر حکیم سید شریف حسین صاحب مرحوم کے ساتھ رہتی تھیں، جو اپنی طبیعت کی نفاست اور نزاکت میں اودھ کے نواب معلوم ہوتے تھے، اور اُن کے گھر میں صفائی ستھرائی کا اہتمام حد سے زیادہ تھا۔ اُنہیں اپنے بستر پر

معمولی شکن بھی گوارا نہ تھی۔

میں اپنے کسی بڑے کے ساتھ اُن کے گھر جاتا، تو اپنے ہم عمر بھانجے بھانجیوں کے ساتھ کھیل میں لگ جاتا۔ ایک مرتبہ اسی طرح کھیلتے کھیلتے میں اپنے میلے کچیلے پاؤں سمیت اپنی بہن کے بستر پر چڑھ گیا، تو اُنہوں نے مجھے گھور کر دیکھا اور فرمایا: "بس قدم رنجہ نہ فرماؤ"۔ "قدم رنجہ" کا لفظ پہلی بار اُسی وقت سُنا تھا، لیکن اس لفظ کے معنی اور اُس میں چُھپے ہوئے طنز سے زیادہ وہ گھورتی ہوئی نظریں ایک دائمی رعب بن کر دل پر چھا گئیں، جو سالہا سال بعد جا کر کسی قدر بے تکلفی میں تبدیل ہو سکا۔ مجھے اُس وقت یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اس طرح غصّے سے دیکھنے کو "گھورنا" کہتے ہیں۔ جب آپا جان نے میرے دوسرے بہن بھائیوں کو یہ واقعہ سنایا تو "گھورنے" کا لفظ میں نے پہلی بار سُنا تھا۔ میری یہ سب سے بڑی بہن چونتیس سال کی عمر ہی میں انتقال فرما گئی تھیں جبکہ میں تیرہ سال کا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس کی نعمتوں اور راحتوں سے نوازیں، انہوں نے مشکل معاشی حالات میں جس خودداری اور وقار کے ساتھ زندگی گزاری، اسکی مثال ملنی مشکل ہے۔ اس موقع پر ان کا ایک واقعہ قلم کی زبان پر آنے کے لئے بے چین ہو رہا ہے۔

جیسا میں نے عرض کیا، وہ شادی کے بعد اکثر مشکل معاشی حالات سے دوچار رہیں۔ اسی قسم کے حالات میں انہوں نے ایک مرتبہ حضرت والد صاحبؒ سے عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حج کی سعادت عطا فرما دیں۔ حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا: "کیا تمہیں حج کا شوق ہے؟" انہوں نے اثبات میں جواب دیا، تو حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا "نہیں، تمہیں شوق نہیں ہے" انہوں نے حیرانی سے عرض کیا: "میں سچ کہتی ہوں کہ مجھے حج کا بڑا شوق ہے" اس پر حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا: "کیا تم نے اس کام کے لئے کچھ پیسے جمع کئے ہیں؟" انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا، تو حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا شوق زبانی ہی زبانی ہے، حقیقت میں شوق ہوتا، تو اس کے لئے کچھ جمع کرتیں" انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ "کچھ بچتا ہو، تو جمع کروں" حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ کیا تم ایک آنہ بھی اس کام کے لئے بچا نہیں سکتیں؟ انہوں نے کہا کہ

''اتنا تو بچا سکتی ہوں، لیکن حج کا خرچ اس سے کیسے پورا ہوگا؟'' حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ بندہ اپنی استطاعت کے مطابق جب کسی نیک کام کے لئے قدم اٹھالیتا ہے، تو اول تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوتی ہے، اور اگر وہ نیک کام پورا نہ بھی ہو سکے، تو اُس کا ثواب ان شاء اللہ مل کر رہتا ہے۔ لیکن کوئی قدم اٹھائے بغیر صرف آرزو سے کام نہیں بنتا۔

بات آئی گئی ہوگئی۔ اس کے کافی عرصے کے بعد ۱۹۵۶ء میں جب ان کا انتقال ہوا، اور ان کے ورثاء نے ان کے سامان کا جائزہ لیا، تو اُس میں ایک کپڑے کا چھوٹا سا تھیلا ملا جس پر لکھا ہوا تھا ''حج کے لئے پیسے'' اسے کھول کر دیکھا گیا، تو اس میں غالباً پینسٹھ (۶۵) روپے نکلے۔ حضرت والد صاحبؒ نے وہ تھیلا دیکھا، تو ان کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو آ گئے، اور اُس وقت انہوں نے سارا واقعہ سُنایا۔ اس کے بعد حضرت والد صاحبؒ نے ان پیسوں کو ان کے حج بدل کی ادائیگی میں خرچ کیا، اور اس طرح ان کا حج بدل ادا کروایا۔

پھر ایک مرتبہ حضرت والد صاحبؒ حج کے دوران میدان عرفات میں تھے، چند لمحوں کے لئے اُن پر غنودگی طاری ہوئی، تو انہوں نے عالم رؤیا میں دیکھا کہ آپا جان عرفات کے پہاڑ جبل الرحمہ پر چڑھ رہی ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی اس بندی کا حج ادا فرمادیا۔ رحمها الله تعالیٰ رحمةً واسعة.

ان سے چھوٹی بہن محترمہ عتیقہ خاتون صاحبہ مدظلہا ہیں جو ماشاء اللہ بہت عبادت گذار اور منظم زندگی رکھنے والی خاتون ہیں۔ انہیں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، اور آج (۲۳/فروری ۲۰۱۷ء مطابق ۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ کو) میرے علم کی حد تک اب دنیا میں ان کے سوا کوئی اور ایسا شخص موجود نہیں ہے جسے براہ راست حکیم الامۃ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف حاصل ہو۔

حضرت والد صاحب قدس سرہ کا معمول تھا کہ وہ ہمیشہ رمضان المبارک اہل وعیال کے ساتھ تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامۃؒ کی صحبت میں گذارتے تھے۔ اس غرض کے لئے بکثرت خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے بالائی کمرے میں ٹھہرنا ہوتا تھا۔ یہ بالائی کمرہ اس طرح تھا کہ حضرتؒ کے

رہائشی کمرے کے سامنے صحن تھا، اور صحن کے آخری سرے پر سیڑھیاں اس بالائی کمرے تک پہنچاتی تھیں۔ بیت الخلاء چونکہ ایک ہی تھا، اس لئے حضرتؒ نے یہ انتظام فرمایا ہوا تھا کہ صحن میں ایک خاص جگہ پر ایک لالٹین رکھوا دیتے تھے۔ اس لالٹین کا وہاں رکھا ہوا ہونا اس بات کی علامت تھی کہ نیچے کا بیت الخلاء اوپر کے کمرے والوں کے لئے خالی ہے، اور پردے کا انتظام بھی موجود ہے۔ اگر لالٹین وہاں نہ ہوتی، تو یہ اس بات کی علامت تھی کہ بیت الخلاء مشغول ہے۔

میری یہی بہن بتاتی ہیں کہ اوپر کی منزل میں رہتے ہوئے حضرت والد صاحبؒ انتہائی ادب کی حالت میں رہتے تھے، اور ہم بچوں کو تلقین فرماتے رہتے تھے کہ ذرا بھی شور نہ ہو، کہیں ہم حضرتؒ کی تکلیف کا باعث نہ بن جائیں۔ میں اس وقت چھوٹی بچی تھی، اور ابھی پردے کے قابل نہیں تھی۔ اسی دوران ایک دن حضرت والد صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ حضرتؒ سے جا کر کہنا کہ آپ مجھے بیعت کرلیں۔ شروع میں میں نے اسے ایک مذاق سمجھا کہ ایک بچی کو کیسے بیعت کیا جاسکتا ہے؟ چنانچہ جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ فرمایا، تو میں نے پوچھا: " کیا بچے بھی بیعت ہوتے ہیں؟ "والد صاحبؒ نے فرمایا: "جی ہاں، بیعت ہوسکتے ہیں۔" اس کے بعد میں نے پیرانی صاحبہ سے عرض کیا کہ مجھے حضرتؒ سے بیعت ہونا ہے۔ چنانچہ پیرانی صاحبہ نے حضرتؒ سے فرمایا کہ یہ بچی بیعت ہونا چاہتی ہے۔ حضرتؒ نے مجھے بلا کر فرمایا: " بیعت کو گڈے گڑیا کا کھیل تو نہیں سمجھوگی؟ " جب میں نے نفی میں جواب دیا، تو حضرتؒ نے ایک کپڑے کا سرا میرے ہاتھ میں دیکر دوسرا سرا اپنے دست مبارک میں رکھا، اور مجھے بیعت کرلیا۔ اس طرح انہیں بچپن ہی میں یہ شرف حاصل ہوگیا[1]۔

میری اِن ہمشیرہ کی شادی بھی میری پیدائش سے پہلے ہوچکی تھی، بلکہ ان کی ایک صاحبزادی مجھ سے پہلے پیدا ہوچکی تھیں اور ایک صاحبزادی میرے تقریباً ساتھ ساتھ پیدا ہوئی تھیں۔ وہ اپنے شوہر اور بچیوں کے ساتھ ہمارے گھر سے مغربی سمت میں سامنے ہی ایک الگ گھر میں رہتی تھیں۔ محترمہ نعیمہ خاتون صاحبہ مرحومہ کی دو صاحبزادیوں اور ایک صاحبزادے اور محترمہ عتیقہ خاتون صاحبہ مدظلہا کی ایک

(۱) یہاں یہ واضح رہے کہ بیعت کا اصل مقصد تو بلوغ کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے، لیکن سلسلے میں داخل ہونے کی برکت بچپن میں بھی حاصل ہوسکتی ہے۔

صاحبزادی کا میں کہنے کو ماموں تھا، لیکن میرے یہ بھانجے بھانجیاں عمر میں مجھ سے بڑے تھے، اور پھوپی امۃ الحنان صاحبہ کے مکتب میں (جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آنے والا ہے) یہ چاروں مجھ سے آگے تھے۔ لیکن چونکہ عمر کا فرق زیادہ نہیں تھا، اس لئے یہ میرے بھانجے کم اور دوست زیادہ تھے، اور میری دوستی انہی کی حد تک محدود تھی۔ ان میں بھی بھانجے ایک ہی تھے، جو بعد میں مولانا حکیم مشرف حسین صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کہلائے۔ چنانچہ زیادہ تر دوستی انہی سے تھی -وہ ہر کھیل میں طاق تھے، اور میں اُن کا تابع مہمل۔

بہر کیف !ان دونوں بہنوں کے ساتھ عمر میں اتنے زیادہ تفاوت کی وجہ سے کہ ان کی اولاد بھی مجھ سے بڑی تھی، ان کے ساتھ بہنوں جیسی بے تکلفی کے بجائے ایک مربی جیسے رعب کا تعلق تھا۔

ان دو بہنوں کے بعد تیسرا نمبر ہمارے سب سے بڑے بھائی جناب محمد زکی کیفی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا تھا جنہیں ہم "بھائی جان" کہتے تھے۔ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں درس نظامی کی تعلیم متوسط کتابوں تک حاصل کی تھی، لیکن پھر کچھ حالات ایسے ہوئے کہ وہ تعلیم جاری نہ رکھ سکے، اور انہوں نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کئے ہوئے کتب خانے دارالاشاعت کو سنبھالا ہوا تھا لیکن ان کا مطالعہ، خاص طور پر تاریخ وسیرت، تصوف اور اکابر علماء دیوبند کے حالات وسوانح اور ان کے ملفوظات و افادات کے معاملے میں، اتنا وسیع تھا کہ اچھے اچھے علماء بھی اس میں ان کی ہمسری نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ اور تمام بزرگوں کے منظورِ نظر۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا داود غزنویؒ، حضرت مولانا رسول خان صاحبؒ سب ان سے محبت فرماتے تھے، اور جب کبھی انارکلی میں ان کی کتابوں کی دوکان کے قریب سے گزرتے، تو وہاں تشریف لاکر کچھ دیر بیٹھتے، اور اپنے فیوض سے انہیں سرفراز فرماتے تھے۔ بھائی جان کو قرآن کریم کی تلاوت کا خاص ذوق تھا، اور رمضان المبارک میں دس سے پندرہ تک قرآن کریم ختم کر لیتے تھے۔ بہترین شاعر تھے اور ان کا کلام "کیفیات" کے نام سے قبول عام حاصل کر چکا ہے جس پر میں نے پیش لفظ بھی لکھا ہے۔ ان کی شادی

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور دیو بند کی عیدگاہ کے خاندانی خطیب حضرت مولانا محمد مبین خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ۱۹۴۶ء میں اُس وقت ہوئی جب میری عمر تین سال تھی، اور مجھے ان کی شادی کے علاوہ یہ بھی یاد ہے کہ ان کی شادی سے پہلے میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے مکان کے شمالی حصے میں ان کے لئے دو کمروں کا اضافہ کروایا تھا۔ وہ اُس وقت حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تجارتی کتب خانے دارالاشاعت کے ناظم بن چکے تھے۔ وہ بھی عمر میں مجھ سے کم ازکم چودہ سال بڑے تھے، اس لئے بڑی دو بہنوں کے بعد دل پر اُن کا بھی اچھا خاصا رعب رہتا تھا۔

اُنہیں خوشنویسی کا بھی بڑا شوق تھا اور وہ کبھی کبھی کسی بڑے کاغذ یا گتے پر بڑے خوبصورت انداز میں کوئی شعر یا کوئی حکیمانہ مقولہ لکھ کر اپنا یہ شوق پورا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے اسی مشغلے میں مصروف تھے کہ بیچ میں کسی کام سے اُٹھ کر چلے گئے، اور میں نے بھی وہاں پہنچ کر ان کی نقل اُتارنے کی کوشش میں روشنائی کی دوات کو اس بری طرح ہاتھ لگایا کہ وہ الٹی ہوگئی اور ساری روشنائی بہ کر نیچے پھیل گئی۔ بھائی جان کا رعب تو دل میں بیٹھا ہوا تھا لیکن یہ یک طرفہ قسم کا رعب تھا ان کی طرف سے مجھے مارنے کی نوبت کبھی نہیں آئی تھی۔ اس حرکت کے نتیجے میں مجھے یہ تو یقین ہوگیا کہ جس چیز کا رعب دل پر طاری رہا ہے، آج اُس کا عملی مظاہرہ ضرور ہو کر رہے گا، لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ مظاہرہ کتنی شدت کا ہوسکتا ہے، تاکہ ذہن کو اُس کے لئے تیار رکھوں۔ چنانچہ روشنائی وغیرہ کو وہیں چھوڑ کر میں اپنے دوسرے بہن بھائیوں کے پاس روانہ ہوگیا، اور اُن میں سے ہر ایک سے پوچھتا پھرا کہ: "بھائی جان کا ہاتھ کیسا پڑتا ہے؟" (یعنی جب وہ تھپڑ مارتے ہیں تو وہ کتنی زور کا ہوتا ہے؟) میرے بہن بھائی جنہیں میری اس حرکت کا علم نہیں تھا، حیران تھے کہ مجھے بھائی جان کے تھپڑ کی تحقیق کی ضرورت کیوں پیش آگئی ہے؟ پھر جب میں نے اُنہیں واقعہ بتایا، تو سب خوب ہنسے، یہاں تک کہ بھائی جان کو بھی جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے بھی میری اس تحقیق کا عملی جواب دینے کے بجائے اُس کا لطف لیا، اور پھر میرا یہ جملہ ایک لطیفہ بن گیا جسے میری ذہانتوں کی فہرست میں ایک اضافے کے طور پر مجلسوں میں بیان کیا جاتا تھا۔

بعد میں تو بھائی جان نے اپنے آپ سے اتنا بے تکلف کرلیا تھا کہ وہ بے تکلفی دوستی کی حد تک پہنچ

گئی تھی، اور کبھی کبھی تو ان سے مذاق کی کوئی بات کرنے کے بعد مجھے شرمندگی ہونے لگتی تھی کہ کہیں حدود سے تجاوز نہ ہوگیا ہو۔ اس بے تکلفی کی وجہ سے ان کے ساتھ جو وقت بھی ملتا، وہ ہمیں ایک نعمت معلوم ہوتا تھا۔ وہ دارالعلوم میں ہماری مصروفیات پر بھی گہری نظر رکھتے تھے، اور قیمتی مشوروں سے سرفراز فرماتے تھے۔ جب سے میں نے لکھنا شروع کیا، وہ میری ہر تحریر کو اہتمام سے پڑھتے، اور اس پر تبصرے بھی فرماتے، اور مشورے بھی دیتے۔ میں نے اپنی کتاب "حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق" انہی کی فرمائش پر لکھی تھی، جس کا تذکرہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا[1]۔

جاری ہے....

(۱) ان کی وفات پر میں نے البلاغ میں ان کا تذکرہ قدرے تفصیل کے ساتھ کیا ہے جو میری کتاب "نقوش رفتگاں" میں شائع ہو چکا ہے۔

## اعتذار

البلاغ صفر المظفر ۱۴۳۹ھ (نومبر ۲۰۱۷ء) کے گذشتہ شمارے میں نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے سوانحی سلسلے "یادیں" میں ص: ۱۶ پر حضرت والا مدظلہم کا سن پیدائش ۱۳۴۲ھ غلط درج ہوگیا ہے، صحیح سن پیدائش ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء) ہے، قارئین سے تصحیح فرمانے کی درخواست ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ادارہ)

حضرت مولانا سحبان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ جامعہ دارالعلوم کراچی


# خدا خود ہے ثنا خوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا سحبان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جامعہ دارالعلوم کراچی کے شیخ الحدیث اور ناظمِ اعلیٰ تھے۔ تقریباً ۳۵ سال تک اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری کا روز وفات تک درس دیتے رہے اور ۲۹/ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ کو رحلت فرماگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ، ریڈیو پاکستان پر بھی درس دیا کرتے تھے جو بڑے ہی شوق اور توجہ سے سنا جاتا تھا، یہ تمام دروس آپ کے صاحبزادگان کے پاس تحریری شکل میں موجود ہیں جوان شاء اللہ یکے بعد دیگرے البلاغ میں شائع ہوں گے زیرِنظر مضمون سیرت سے متعلق ہے۔ مولائے کریم ہمیں ان افادات سے کما حقہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ... اما بعد

سورۂ نون کی ایک مختصری آیت میں اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا اس قدر جامع اور بلیغ انداز میں فرمائی ہے کہ اس سے زیادہ بہتر ہو نہیں سکتی۔ ارشاد ہے "وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" "یعنی (اے ہمارے پیغمبر) بیشک آپ عظیم اخلاق کے مالک ہیں"۔ اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے گواہی دے دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق وعادات کے اُس بلند ترین مقام پر ہیں، جہاں نہ کوئی انسان پہنچ سکتا ہے نہ فرشتہ، نہ کسی نبی کو وہ مقام ملا ہے نہ ولی کو۔ گویا آپ کے اخلاقِ عالیہ کا مقامِ بلند اس

قدر اونچا ہے کہ ذہنِ انسانی کی پرواز سے بھی بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی عظمتوں کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی مخلوق آپ کے دوسرے کمالات کی طرح اس کمال میں بھی آپ کی ہمسر نہیں، چونکہ اعمال واقوال کا منبع آدمی کے اخلاق ہوتے ہیں کہ جیسے اخلاق ہوں گے ویسے ہی اعمال صادر ہوں گے اور ویسی ہی باتیں زبان سے نکلیں گی۔ اعلیٰ اخلاق رکھنے والے کے اعمال بھی اعلیٰ ہوتے ہیں اور گفتگو بھی شائستہ اور مہذب ہوتی ہے۔ اور جس کے اخلاق گرے ہوئے ہوں اس کے اعمال بھی گرے ہوئے اور گفتگو بھی گھٹیا، فحش اور دل آزار ہوگی۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی عظمتوں کی طرح آپ کے اعمال بھی عظیم ہوں گے اور اقوال بھی۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہستی بہمہ وجوہ عظیم بلکہ عظیم تر ہے۔ اسی لئے بخاری شریف کی حدیث میں آیا کہ کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے نہایت جامع اور صحیح جواب دیا کہ آپ کے اخلاق تو بعینہ قرآن کریم تھا، یعنی قرآن کریم جن اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیتا ہے آپ کی ذات گرامی اسی کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی، گویا قرآن کریم کی چلتی پھرتی تفسیر آپ کی مبارک ذات تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کو جو اعمال واخلاق پسند ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پسندیدگی کے سب سے اعلیٰ اور سب سے عظیم معیار پر تھے۔ اسی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ **خُلُقِ عظیم** سے آداب قرآن مراد ہیں یعنی جتنے آداب کی تعلیم قرآن کریم نے دی ہے وہ سب کامل طور پر آپ کے اندر تھے۔

قرآن وحدیث میں اخلاق کے ساتھ تین قسم کے الفاظ آئے ہیں، ایک اخلاق حسنہ، جن کو حدیث شریف میں "حسن خلق" کہا گیا ہے، جیسا کہ مؤطا امام مالک کی روایت میں ہے کہ یمن میں اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان کو ایک نصیحت یہ بھی فرمائی: "يَا مُعَاذُ أَحْسِنْ خُلُقَكَ لِلنَّاسِ." یعنی اے معاذ لوگوں سے حسن خلق کا برتاؤ کرنا" یا ترمذی شریف کی روایت میں آیا ہے کہ "میزان عدل میں قیامت کے دن کوئی عمل حسن خلق سے زیادہ وزنی نہ ہوگا" ــــــ دوسرے اخلاق کریمانہ جن کو حدیث شریف میں مکارم اخلاق فرمایا گیا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ." یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ میں مکارم اخلاق یعنی اخلاق کریمانہ کی تکمیل کروں" ــــــ تیسرے

اخلاقِ عظیمہ جن کو قرآن کریم میں "خُلُقٍ عَظِیْمٍ" فرمایا گیا ہے ـــــ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث میں اخلاقیات کے تین مرتبے ہیں، سب سے پہلا مرتبہ اخلاقِ حسنہ کا ہے، اس سے اونچا اخلاقِ کریمانہ کا ہے اور سب سے اونچا اخلاقِ عظیمہ کا۔

اخلاقِ حسنہ کہتے ہیں کامل عدل وانصاف کو کہ کسی بھی مرحلہ میں راہِ اعتدال کو نہ چھوڑے۔ اگر کوئی کسی کے ساتھ برائی کا معاملہ کرے تو اس کو بدلے لینے کا حق ہے لیکن اس بدلہ میں عدل کو نہ چھوڑے کہ ایک طمانچے کا بدلہ اسی جیسا ایک طمانچہ تو ٹھیک ہے اور اخلاقِ حسنہ میں داخل ہے لیکن اگر دو طمانچوں سے یا زیادہ سخت طمانچے سے بدلہ لیا تو ناانصافی ہے اور اخلاق حسنہ سے خارج۔ اسی طرح اگر کسی نے ایک روپیہ دوسرے کو دیا اس کے بدلہ میں اگر وہ ایک روپیہ وصول کرے تو حق بجانب ہے اور یہ اخلاقِ حسنہ میں سے ہے، لیکن اگر وہ ایک کی جگہ پانچ روپے کا مطالبہ کرتا ہے تو ظلم ہے اور اخلاق حسنہ سے اس کا تعلق نہیں۔ غرض اخلاقِ حسنہ نام ہے عدل وانصاف اور اعتدال پر قائم رہنے کا۔ اس سے اونچا مرتبہ اخلاقِ کریمانہ کا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ برائی کا بدلہ نہ لیا جائے بلکہ معاف کر دیا جائے۔ اس میں ایثار پر عمل کرنا ہوتا ہے جبکہ پہلی قسم کے اخلاق میں اعتدال پر، ظاہر ہے کہ اخلاق کریمانہ کا مرتبہ اخلاق حسنہ سے اونچا ہے۔ کسی کو گالی دی گئی، اس کو اگرچہ اس کا بدلہ لینے کا حق ہے، لیکن وہ یہ سوچ کر کہ میں اپنی زبان کیوں گندی کروں، باوجود بدلہ لینے کی قدرت کے معاف کر دیتا ہے تو یہ اخلاق کریمانہ ہیں۔ اور سب سے اونچا مرتبہ اخلاقِ عظیمہ کا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بُرائی کرنے والے کو نہ صرف معاف کیا جائے بلکہ الٹا اس کے ساتھ احسان واکرام کا برتاؤ کیا جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اخلاق کے یہ تمام مراتب کامل طور پر موجود تھے، کیونکہ جو شخص اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اس میں نیچے کے تمام مراتب بھی پائے جاتے ہیں۔ جب یہ کہا جائے کہ فلاں طالب علم دسویں درجہ میں پڑھتا ہے تو لامحالہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے پانچویں جماعت بھی پڑھ لی اور آٹھویں بھی، ہر اعلیٰ کے اندر ادنیٰ اور اوپر کے درجہ میں نیچے کے درجات موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بلند مرتبہ پر ہیں تو نیچے کے تمام مراتب بھی آپ کی مقدس ذات میں بدرجۂ کامل موجود ہیں، آپ مصلحت وحکمت کے مطابق ان میں سے کسی ایک پر عمل فرماتے تھے، لیکن آپ کی طبع مبارک پر

اخلاق عظیمہ کا غلبہ تھا جس کی شہادت قرآن کریم نے دی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان تینوں مراتب کا پایا جانا اور اخلاق عظیمہ کا غالب ہونا سورۂ آل عمران کی ایک آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ، (آیت: ۱۵۹) یعنی اے پیغمبر ہم نے آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر جو رحمت و شفقت بھر دی ہے اس کی وجہ سے آپ کا قلب مبارک نرمی اور رحم سے لبریز ہو گیا ہے، اگر آپ سخت گیر اور تند خو ہوتے تو یہ لوگ جو پروانوں کی طرح آپ کے ارد گرد جمع ہیں سب بھاگ جاتے، اس نرمی کا تقاضا ہے کہ "فَاعْفُ عَنْهُمْ" یعنی آپ کا پہلا مقام یہ ہے کہ ان میں سے کسی سے کوئی ناگوار بات سرزد ہو جائے تو آپ اس کو معاف فرمادیں اور بدلہ بالکل نہ لیں، اس کے بعد ارشاد ہے "وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ" یعنی آپ کا مقام تو اس سے آگے ہے کہ برائی کرنے والے کو نہ صرف معاف فرمادیں بلکہ اس کے لئے دعائے مغفرت بھی فرمائیں اور یہ دوسرا مرتبہ ہے، پھر تیسرا مرتبہ اس طرح فرمایا کہ "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" یعنی ان سے مشورہ بھی فرمائیں یہ سب سے بلند مرتبہ ہوا کہ آپ اس کو ایسے الطاف و اکرام سے نوازیں جو آپ کے شایان شان ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق عظیمہ کے مطابق مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنے کے بارے میں بے شمار حدیثوں میں ذکر آیا ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اس پوری مدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کبھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا اور یہ کام کیوں نہیں کیا۔ اہل طائف نے جبکہ آپ ان کے پاس اسلام کی تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تو اس قدر ستایا کہ اوباشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا جو آپ پر آوازیں کستے اور پتھر مارتے جا رہے تھے حتی کہ آپ زخمی ہو گئے اور خون آپ کی چپلوں میں جم گیا۔ ایسے سنگین حادثہ کے بعد جب ایک فرشتے نے اہل طائف کو تباہ کرنے کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کے بدلے ان کے حق میں دعائیں فرمائیں۔ یہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عظیمہ۔

جنگ احد میں کفار کے حملوں سے زخمی ہوئے، چہرہ انور سے خون جاری تھا، آپ خون کو صاف کرتے جاتے تھے اور ان کفار کے حق میں یہ دعا فرما رہے تھے کہ اے اللہ میری اس قوم کو معاف فرما، کیونکہ یہ مجھے

جانتے نہیں۔

ایک یہودی کا آپ پر کچھ قرض تھا وہ وقت سے پہلے تقاضا کرنے آگیا، اور نہایت گستاخانہ الفاظ میں قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا، حضرات صحابۂ کرام، رضوان اللہ علیہم اجمعین، اس کی طرف لپکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا اور حکم فرمایا کہ اس کا قرض کچھ اضافہ کے ساتھ اس کو واپس کردیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ صرف معاف فرمادیا بلکہ مزید احسان یہ کیا کہ قرض سے زیادہ ادا فرمادیا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود اشرف عثمانی

# فرض نماز کے بعد کے اذکار

الحمدللہ، دیندار مسلمان فرض نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں جیسا کہ شریعت کا حکم ہے، نماز باجماعت میں امام اور مقتدی کا رشتہ آپس میں بہت پکّا ہوتا ہے، مقتدی امام کی ایک ایک تکبیر اور نقل وحرکت پر ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے ہیں، مقتدیوں کا اپنے ہی جیسے ایک شخص کو اپنا امام بنا کر بے چون وچرا نماز میں اس کی مسلسل پیروی کرنا ہمیں بہت کچھ سکھاتا ہے اور پھر رنگ ونسل سے ماوراء ہو کر نمازیوں کا اکٹھے کھڑے ہوجانا اور وحدہ لاشریک لہ کے حضور سربسجود ہوجانا توحید کا رنگ دلوں میں جما دیتا ہے۔۔۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً.

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز

نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

فرض نماز میں امام کا یہ اتباع اور نمازیوں کی یہ اجتماعیت نماز ختم ہونے تک ضروری ہے، جب امام نے فرض نماز مکمل کر کے سلام پھیر دیا تو امامت واقتداء کا یہ تعلق ختم ہوجاتا ہے۔ فرض نماز کے سلام کے بعد امام بھی آزاد ہے اور مقتدی بھی۔ نہ امام مقتدیوں کا پابند ہے نہ مقتدی امام کے پابند۔ ان میں سے کوئی بھی اپنی کسی حاجت یا ضرورت کی وجہ سے اٹھ کر چلا جائے تو شرعاً اس پر کسی قسم کی کوئی ملامت نہیں ہے۔ البتہ فرض نماز کے بعد کچھ دیر بیٹھے رہنا اور ذکر اللہ کا اہتمام کرنا مستحب ہے۔ جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں جیسے ظہر مغرب اور عشاء ان میں یہ بیٹھنا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اختصار کے ساتھ یعنی کم وقت کے لئے ہوگا (تاکہ سنتیں جلد پڑھی جاسکیں) البتہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد یہ بیٹھنا اور تسبیحات فاطمہ اور ذکر اللہ کا اہتمام کرنا کچھ زیادہ وقت کے لئے ہوگا کیونکہ ان کے بعد سنتوں یا نوافل کی

ادائیگی نہیں کی جاتی۔اس سلسلہ میں کچھ احادیث درج ذیل ہیں:

## فرض نماز کے بعد کچھ دیر بیٹھے رہنے کی فضیلت

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ ثُمَّ جَلَسَ فِیْ مُصَلَّاہُ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ : اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ . (مؤطاالامام مالک،صحیح ابن خزیمہ ، مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں ایک آدمی نماز پڑھے پھر اپنی نماز پڑھنے کی جگہ ہی میں بیٹھا رہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں اے اللہ اس پر رحمتیں نازل فرما، اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما۔

اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد اُسی جگہ میں کچھ دیر بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ فرشتے یہ دعائیں اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے کرتے ہیں لہٰذا ان کی دعاؤں کا قبول ہونا اور مغفرت ورحمت کا ملنا یقینی اور برحق ہے[1]۔

جن نمازوں کے بعد متصلاً سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر اور عصر کی نماز، ان میں زیادہ دیر بیٹھنا اور ذکر اللہ کا اہتمام کرنا مستحب ہے جبکہ مغرب اور عشاء کی فرض نماز کے بعد چونکہ سنتیں جلد ادا کرنا مستحب ہے، اس لئے فرض نماز کے بعد بیٹھنا مختصر ہوگا تاکہ فرشتوں کی دعا بھی مل جائے اور اس کے بعد سنتوں کی جلد ادائیگی کی بھی توفیق ہوجائے کیونکہ فرض نماز اور سنتوں کے درمیان بلاوجہ زیادہ فصل نہیں کرنا چاہئے، خاص طور پر مغرب کی فرض نماز اور سنتوں کے درمیان۔

---

(۱) اسی لئے فرض نماز ختم ہوتے ہی اٹھ کر بھاگنا نماز کے ادب کے بھی خلاف ہے اور مسجد کے آداب کے بھی خلاف ہے ،جس سے بچنا لازم ہے، الا یہ کہ کسی کو کوئی انفرادی عذر ہو تو وہ اٹھ کر جاسکتا ہے اس پر کوئی ملامت نہیں۔

## پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا پڑھنا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى وَفَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ مَسَحَ جَبْهَتَهُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (الرَّحْمَانُ الرَّحِيْمُ) اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّيْ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے اور اپنی نماز سے فارغ ہوجاتے (یعنی سلام پھیر لیتے) تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی پیشانی صاف کرتے اور یہ فرماتے۔ اللہ کے نام سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو رحمان ورحیم ہے اے اللہ مجھ سے ہر پریشانی اور غم دور فرمادے۔ (المعجم الاوسط للطبرانی ، وزوائد مسند البزار وعمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ومجمع الزوائد)

فرض نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس دعا کے پڑھنے کو کئی علماء نے مستحب قرار دیا ہے، البتہ چونکہ اس حدیث کی جتنی سندیں ہیں اُن میں ضعف ہے اس لئے اس کا درجہ مستحب سے زیادہ کا نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی اس مستحب پر عمل نہ کرے تو اس پر نکیر نہیں کی جاسکتی (فتوی جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۸۹۲/۹۹اور ۱۰۳۷/۵۰)

## فرض نماز کے بعد ذکر اللہ اور دُعا کا اہتمام

فرض نماز سے فارغ ہوجانے کے بعد کچھ دیر (کم یا زیادہ، تھوڑا یا بہت) ذکر اللہ کا اہتمام کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور مسنون ہے، البتہ کوئی ایک ذکر متعیّن نہیں ہے بلکہ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر اللہ (اور دُعا) کے مختلف کلمات ثابت ہیں ان میں جس ذکر کی توفیق ہوجائے باعث اجر وثواب ہے۔ ذکر اللہ کے یہ مختلف ماثور اور مبارک کلمات حدیث شریف کی مستند کتابوں کے حوالہ جات سے درج ذیل ہیں۔ ان میں سے حسب سہولت کسی کو بھی اختیار کر سکتے ہیں اور بدلتے رہیں تو بھی بہتر ہے، واضح رہے کہ ان پندرہ حدیثوں کے علاوہ بھی احادیث ہیں جن میں اذکار

بیان کئے گئے ہیں لہٰذا کسی بھی مستند حدیث سے جو ذکر ثابت ہو اُسے کرنا نعمت ہے اور سنت کا ثواب ملے گا۔

۱۔ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ ،اَسۡتَغۡفِرُاللّٰهَ ،اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ (تین مرتبہ) (مسلم ترمذی ابوداؤد وغیرہ، جامع الاصول ص ۲۱۵ ج ۴)

۲۔ اَللّٰهُ اَکۡبَرُ، ایک مرتبہ[1] (صحيح بخاری ، فتح الباری ، ص : ۳۲۵ ج ۲ )

۳۔ اَللّٰهُمَّ اَنۡتَ السَّلاَمُ وَمِنۡکَ السَّلاَمُ تَبَارَکۡتَ یَا ذَا الۡجَلاَلِ وَالۡاِکۡرَامِ (ایک بار) (د۔س، جامع الاصول ص ۲۱۵)

۴۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ . اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ . اَللّٰهُ اَکۡبَرُ۔ دس دس مرتبہ (صحیح بخاری، باب الدعاء بعد الصلاۃ، فتح الباری ص ۱۳۲ ج ۱۱)

۵۔ سُبۡحَانَ اللّٰهِ . اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ . اَللّٰهُ اَکۡبَرُ ۳۳، ۳۳، ۳۴ مرتبہ (صحیح بخاری، فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۵ و دیگر کتب حدیث)

۶۔ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهُ لَاشَرِیۡکَ لَهُ ، لَهُ الۡمُلۡکُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡئٍ قَدِیۡرٌ ۔ (بخاری مسلم و دیگر کتب حدیث، جامع الاصول ص ۲۱۵ ج ۴)

۷۔ اَللّٰهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعۡطَیۡتَ ، وَلاَ مُعۡطِیَ لِمَامَنَعۡتَ ، وَلاَیَنۡفَعُ ذَا الۡجَدِّ مِنۡکَ الۡجَدُّ (بخاری و دیگر کتب حدیث جامع الاصول ۲۱۶ ج ۴)

ترجمہ: اے اللہ جو آپ دیں اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو آپ روک دیں اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی نصیب والے کو اس کا رُتبہ آپ کے سامنے کوئی نفع نہیں دیتا۔

۸۔ اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ مَاقَدَّمۡتُ ، وَمَاأَخَّرۡتُ، وَمَاأَسۡرَرۡتُ وَمَا أَعۡلَنۡتُ، وَمَا أَنۡتَ أَعۡلَمُ

---

(۱) بعض علماء نے فرمایا کہ شکرانہ کے طور پر ایک بار "الحمدللہ" بھی کہہ لے تو نور علی نور ہے ۱۲ محمود

بِهٖ مِنِّیْ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَااِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ (ابوداؤد جامع الاصول ج۴ص ۲۲۴)

ترجمہ: اے اللہ جو گناہ میں نے پہلے کئے اور جو بعد میں کئے اور اور جو چھپا کر کئے اور جو علانیۃً کئے وہ سب معاف کردیں، آپ اِن گناہوں کو مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ ہی آگے بڑھانے والے ہیں، آپ ہی پیچھے ہٹانے والے ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۹۔رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ۔ (مسلم۔جامع الاصول ص ۲۲۸، ج۴)

ترجمہ: اے پروردگار قیامت کے دن مجھے عذاب سے بچالے۔

۱۰۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (رزین، جامع الاصول ص ۲۲۳ ج۴)

۱۱۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لی وہ اگلی نماز تک اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے گا (رواہ الطبرانی فی الکبیر اسنادہ حسن۔مجمع الزوائد ص ۳۴۶ ج ۲) لہٰذا ایک مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھ لینا بہتر ہے۔

۱۲۔حضرت ابوہارونؒ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ کو یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیرنے کے بعد کیا کہتے تھے، فرمایا: ہاں وہ یہ کلمات کہتے تھے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (رواہ ابویعلیٰ و رجالہ ثقات، مجمع الزوائد، ص: ۲۴۶ ج ۲)

ترجمہ: اے عزت والے پروردگار ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں ان تمام باتوں سے جو مشرک بیان کرتے ہیں اور تمام پیغمبروں پر سلام ہو اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو جہانوں کا پروردگار ہے۔

۱۳.عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَا مُعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ، فَقَالَ لَهٗ مُعَاذُ بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَأَنَا وَاللّٰهِ أُحِبُّکَ، قَالَ أُوْصِیْکَ یَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِیْ

دُبُرِ کُلِّ صَلاۃٍ أَنْ تَقُوْلَ اَللّٰھُمَّ أَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ. (رواہ النسائی، عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۸۷)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! بخدا میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ حضرت معاذ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ قربان ہوں اللہ کی قسم میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم ہر نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑنا۔۔۔ اَللّٰھُمَّ أَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ۔۔ اے اللہ میری مدد فرما کہ میں آپ کا ذکر کروں، آپ کا شکر ادا کروں اور آپ کی عبادت اچھے طریقے سے کروں۔

## خاص نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد

۱۴۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے فجر کی نماز کے بعد قعدہ کی اسی حالت میں بیٹھے بیٹھے دس مرتبہ یہ کلمات کہے:

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ

اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا، دس برائیاں اس سے مٹا دے گا، اس کے دس درجات بڑھا دے گا، اور یہ شخص سارا دن ہر مکروہ سے محفوظ رہے گا، شیطان سے بچا رہے گا اور کوئی گناہ اسے ہلاک نہ کر سکے گا، الا یہ کہ وہ شرک ہو (ترمذی مع الشواھد جامع الاصول ص ۲۳۰ ج ۴)

یہی روایت نماز مغرب کے بارے میں بھی جامع ترمذی میں آئی ہے۔ اس لئے فجر اور مغرب کے بعد دس دس مرتبہ یہ کلمات پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔

۱۵۔ سنن ابوداود میں حضرت حارث بن مسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چپکے سے فرمایا کہ جب تم نماز مغرب سے فارغ ہو تو سات مرتبہ یہ کہا کرو اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ

مِنَ النَّار (اے اللہ مجھے آگ سے بچا لیجئے)۔

یہ کہنے کے بعد اگر رات میں تمہارا انتقال ہوا تو تمہیں آگ سے امان ملے گی اور جب صبح کی نماز پڑھ لو تو بھی یہی کلمات کہو، اگر اس دن موت آئی تو آگ سے محفوظ رہو گے۔ حضرت حارث فرماتے ہیں کہ آپ نے خاص طور پر مجھے یہ بات بتائی تھی تو ہم بھی اپنے خاص لوگوں کو ہی یہ بات پہنچاتے ہیں۔ (ابوداؤد، جامع الاصول ص ۲۳۱ ج ۴)

## فرض نماز کے بعد دعا کا اہتمام

فرض نماز کے بعد جو مسنون اذکار ہم نے احادیث صحیحہ کی روشنی میں ذکر کئے ہیں اُن میں سے اکثر دعا کے کلمات ہیں۔ اِن مسنون دعاؤں کے علاوہ آپ عربی میں یا اپنی زبان میں کوئی بھی جائز دعا کر سکتے ہیں۔ فرض نماز کے بعد دعا کا اہتمام کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی تمام روایات وآثار فقہی دلائل کے ساتھ اپنے رسالہ "النفائس المرغوبة فی حکم الدعاء بعد المکتوبة" میں جمع کردی ہیں۔ کسی کو شک ہو تو وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرسکتا ہے۔

اس سلسلہ میں مشکوۃ المصابیح سے یہاں تین حدیثیں درج کی جاتی ہیں:

۱. عَنْ أَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الدُّعَاءِ اَسْمَعُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ الْآخِرُ وَدُبُرُ الصَّلَوَاتِ الْمَکْتُوْبَاتِ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کون سی دعا زیادہ سُنی جاتی ہے (یعنی قبول ہوتی ہے) فرمایا رات کے آخری حصہ میں (یعنی تہجد کے وقت) اور فرض نمازوں کے بعد۔ (مرقاۃ، شرح مشکوۃ ص ۳۶۴ ج ۲ وقال الملاعلی القاری اسنادہ حسن)

۲. وَعَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰی

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصَّلاۃُ مَثْنٰی مَثْنٰی تَشَھُّدٌ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ ، وَتَخَشُّعٌ وَتَضَرُّعٌ وَتَمَسْکُنٌ ، ثُمَّ تُقْنِعُ یَدَیْکَ یَقُوْلُ تَرْفَعُھُمَا اِلٰی رَبِّکَ مُسْتَقْبِلاً بِبُطُوْنِھِمَا وَجْھَکَ وَتَقُوْلُ یَا رَبِّ ، یَا رَبِّ، یَا رَبِّ ، وَمَنْ لَمْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ فَھُوَ کَذَا وَکَذَا ، وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَھُوَ خِدَاجٌ (رواہ الترمذی ، ونقل القاریؒ عن ابن حجرؒ أن اسنادہ حسن ، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۲۶۷، ۲۶۸ ج ۲)

ترجمہ: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز (کم از کم) دو، دو رکعت ہے، ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہوگا، اور نماز میں، خشوع، عاجزی اور مسکنت ہونی چاہیے، پھر (نماز کے بعد) تم اپنے دونوں ہاتھ اٹھاؤ، ہاتھ کی ہتھیلیوں کا رُخ تمہارے چہرہ کی جانب ہو اور تم دعا کرو اے پروردگار، اے رب، یارب۔ اور جو ایسا نہ کرے اس کی نماز میں کمی ہے۔

۳. وَعَنْ فُضَالَۃَ بْنِ عُبَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجِلْتَ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ، اِذَا صَلَّیْتَ فَقَعَدْتَ وَاحْمَدِاللّٰہَ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ ، وَصَلِّ عَلَیَّ، ثُمَّ ادْعُہٗ ، قَالَ ثُمَّ صَلّٰی رَجُلٌ آخَرُ بَعْدَ ذٰلِکَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ ادْعُ تُجَبْ (رواہ الترمذی واسنادہ حسن . مرقاۃ ص ۳۴۴، ۳۴۵ ج ۲)

ترجمہ: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا اس نے نماز پڑھی اور کہا: اللھم اغفرلی وارحمنی کہ اے اللہ میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اُس سے فرمایا کہ اے نمازی تم نے بہت جلدی کی، جب تم نماز پڑھو، اور بیٹھ جاؤ تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو جیسا کہ وہ اس کا اہل ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو، پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک شخص نے آکر نماز پڑھی پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نمازی تم دعا کرو تمہاری دعا قبول کی جائے گی۔

واضح رہے کہ عام دعا میں ہاتھ اٹھانا یعنی ہاتھ اٹھا کر اور ہاتھ پھیلا کر دعا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ علامہ سیوطی شافعی رحمہ اللہ اصول حدیث میں اپنی مشہور کتاب "تدریب الراوی" میں اندر تواتر معنوی کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَمِنْهُ مَاتَوَاتَرَ مَعْنَاهُ كَأَحَادِيْثِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِيْ الدُّعَاءِ، فَقَدْوَرَدَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَمِاْةِ حَدِيْثٍ، فِيْهِ رَفْعُ يَدَيْهِ فِيْ الدُّعَاءِ، وَقَدْ جَمَعْتُهَا فِيْ جُزْءٍ، لٰكِنَّهَا فِيْ قَضَايَا مُخْتَلِفَةٍ، فَكُلُّ قَضِيَّةٍ مِنْهَا لَمْ تَتَوَاتَرْ، وَالْقَدْرُ الْمُشْتَرَكُ فِيْهَا وَهُوَ الرَّفْعُ عِنْدَ الدُّعَاءِ تَوَاتَرَ بِاعْتِبَارِ الْمَجْمُوْعِ. (تدريب الراوى ١٨٠ ج ٢)"

ترجمہ: تواتر کی ایک قسم وہ ہے جس کا معنی متواتر طریقہ سے ثابت ہو، جیسے دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا۔ اس بارے میں تقریباً سو احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دعا میں ہاتھ اٹھائے ہیں۔ میں نے یہ سب احادیث ایک رسالہ میں جمع کردی ہیں۔ یہ احادیث اگرچہ مختلف واقعات میں مروی ہیں، اور ان میں سے ہر واقعہ تواتر سے ثابت نہیں لیکن ان سب واقعات میں "قدر مشترک" مجموعی اعتبار سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے دعاء کے وقت ہاتھوں کو اٹھایا ہے(۱)۔

---

(۱) البتہ وہ دعائیں جو اوقات مخصوصہ میں الفاظ مخصوصہ کے ساتھ ثابت ہیں اُن میں رفع یدین نہیں ہے، مثلاً بیت الخلاء میں جاتے اور نکلتے وقت کی دعاء، یا مسجد میں آتے جاتے وقت کی دعا، کھانے پینے کے بعد کی ماثور و منقول دعا وغیرہ وغیرہ۔

## آخر میں چند ضروری باتیں

الف ۔ نماز کے بعد کی دعائیں ہوں یا اذکار یہ سب انفرادی ہیں ۔ اجتماعی نہیں ہیں اسی لئے دعا میں نہ امام مقتدیوں کا پابند ہوگا، نہ مقتدی امام کے پابند ہیں، ہر ایک اپنے اپنے طور پر جتنی دیر دعا کرنا چاہے کرسکتا ہے ۔ اکٹھے دعا شروع کرنا اور اکٹھے ختم کرنا کوئی ضروری نہیں ، نہ یہ بات احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔

ب ۔ اسی طرح کوئی بھی ذکر جو احادیث شریفہ کے حوالہ سے اوپر بیان کیا گیا ہے اسے اجتماعی طور پر نہیں پڑھا جائے گا، بلکہ امام اور مقتدی اپنی اپنی سہولت ، اپنی اپنی حاجت کے مطابق خاموشی کے ساتھ جو ذکر کرنا چاہیں یا جون سی دعا کرنا چاہیں کرسکتے ہیں، ان میں سے کوئی دوسرے کا پابند نہیں ۔

ج۔ دعا کے اندر اصل یہ ہے کہ خاموشی سے ہو اور گڑگڑا کر عاجزی سے ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:
اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۔ (سورۃ الاعراف:۵۵) ترجمہ: تم اپنے پروردگار سے اور عاجزی کے ساتھ چُپکے چُپکے دعا کرو، بے شک وہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

لہٰذا بہتر یہ ہے کہ دعا خاموشی سے اور عاجزی سے کی جائے البتہ اگر کسی وقت باآواز بلند اجتماعی دعا کرلیں تو اس کی بھی ممانعت نہیں ہے ۔

د۔ اگر سب مل کر کسی ایک ذکر کو منتخب کرلیں اور سب نمازی وہی ذکر ہر نماز کے بعد باآواز بلند اجتماعی طور سے کریں تو یہ طریقہ بدعت میں داخل ہو جائے گا جو نا جائز اور گناہ ہے ۔

ہ ۔ اوپر جتنے اذکار اور دعائیں احادیث شریفہ کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہیں اُن کے مستحب ہونے میں تو کوئی کلام نہیں ہے اور جو بات حدیث شریف کے مطابق ہو اس کے باعث اجر و ثواب ہونے میں کوئی ادنیٰ سا شبہ نہیں ۔

البتہ بعض حضرات نماز کے بعد کسی بیماری ، اپنی کسی حاجت، کسی علاج کے لئے کچھ پڑھتے ہیں وہ نہ مسنون ہے نہ مستحب بلکہ مباح ہوتا ہے ۔ یعنی جائز ہے بشرطیکہ وہ انفرادی طور پر ہو اور خاموشی سے ہو، لہٰذا دوسروں کو اس کی عمومی پیروی بھی نہیں کرنی چاہئے اور نہ سنت کی طرح اس کی اشاعت کرنی چاہئے۔

مثلاً کچھ لوگ سر پر ہاتھ رکھ کر "یاقوی" سات مرتبہ پڑھتے ہیں تاکہ ذہن اور دماغ میں اس پاک نام سے قوّت حاصل ہو، بعض لوگ تقویت قلب کے لئے دل پر ہاتھ رکھ کر کوئی دعا یا اسماء حسنیٰ میں سے کچھ پڑھتے ہیں، بعض لوگ کوئی پاک نام پڑھ کر اپنی آنکھوں پر دم کرتے ہیں تاکہ آنکھوں کا نور برقرار رہے، بعض لوگ گھٹنے کی تکلیف کی وجہ سے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر شفاء کی دعا پڑھتے ہیں۔ یہ سب اور ان جیسے اعمال انفرادی طور پر مباح ہیں، کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں مسنون نہ سمجھا جائے اور دوسرے لوگ بلاوجہ اس کی پیروی نہ کریں۔ اور سنت کی طرح اس کی اشاعتِ عام بھی نہ کی جائے۔

# والدین کا حق ان کے جانے کے بعد

عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ مَالِکِ بْنِ رَبِیْعَۃَ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْجَاءَ ہٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَقَالَ :یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ! ھَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّ ھُمَا بِہٖ بَعْدَ مَوْتِہِمَا؟ قَالَ : نَعَمْ ، الصَّلٰوۃُ عَلَیْہِمَا ، وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا ، وَاِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا مِنْ بَعْدِ ھِمَا ، وَصِلَۃُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِھِمَا ، وَاِکْرَامُ صَدِیْقِھِمَا (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابواُسید مال بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ قبیلہ بنوسلمہ کے ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میرے لئے اپنے والدین کے انتقال کے بعدان دونوں کے ساتھ حسن سلوک کی کوئی صورت ممکن ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! ان کے لئے دعائیں کرنا، اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے مغفرت طلب کرنا، ان کے بعدان کی وصیت کو پورا کرنا، جن لوگوں سے ان کی وجہ سے رشتہ داری ہے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

## چند بڑے گناہ

# جھوٹ بولنے کا گناہ

جھوٹ ایک بُری عادت ہے، اور یہ ایک ایسی بُرائی ہے جو نہ صرف مذہب وملت بلکہ انسانی معاشرہ میں بھی اچھی نہیں سمجھی جاتی، کیونکہ ایک اچھا معاشرہ قائم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس معاشرہ کے افراد کو ایک دوسرے پر اعتماد ہو، جبکہ "جھوٹ" اس اعتماد کی بنیاد کو اکھاڑنے والا ہے، کیونکہ جب لوگوں میں جھوٹ کی عادت پڑ جائے تو اس کے بعد وہ کوئی بھی بات کریں گے تو سننے والے کے لئے اعتماد کرنا مشکل ہوگا کہ یہ سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ؟ اور جب لوگوں کا ایک دوسرے پر اعتماد نہ رہے تو حسنِ معاشرت قائم نہیں ہوسکتی۔ عام طور پر لوگ اپنے بچاؤ کے لئے جھوٹ بولتے ہیں، حالانکہ ظاہری طور پر اگرچہ ایسا نظر آتا ہے کہ جھوٹ بول کر بچ جائیں گے لیکن حقیقت میں یہ جھوٹ ہلاکت میں ڈالنے والی چیز ہے، دنیا اور آخرت کی نجات "سچ" ہی میں ہے، اور احادیث مبارکہ میں بھی جھوٹ سے بچنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، حتی کہ روایت میں آتا ہے کہ مومن کے اندر اور بُری عادتیں تو ہوسکتی ہیں لیکن جھوٹ جیسی عادت نہیں ہوسکتی، جس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا مومن کا کام نہیں، بلکہ حدیث شریف میں اس کو نفاق کی علامت بتلایا گیا ہے۔

جھوٹ بُرائی کی دعوت دیتا ہے جس کا انجام جہنم ہے، جھوٹ کی نحوست یہ ہے اس کی وجہ سے رزق میں تنگی ہوجاتی ہے اور فرشتے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے انسان سے دور چلے جاتے ہیں، اسی لئے مذاق اور خوش طبعی میں بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں، اور جھوٹ ہی درحقیقت بُرائیوں کی جڑ ہے جو آدمی کو کفر ونفاق تک پہنچادیتی ہے۔ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ سورۂ بقرہ کی آیت "وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آیات مذکورہ میں منافقین کے عذابِ الیم کی وجہ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ یعنی ان کے جھوٹ بولنے کو قرار دیا ہے حالانکہ ان کے کفر ونفاق کا جرم سب سے بڑا تھا، اور دوسرے جرائم مسلمانوں سے حسد، اُن کے خلاف سازشیں بھی بڑے جرائم تھے، مگر عذاب الیم کا سبب ان کے جھوٹ بولنے کو قرار دیا، اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جھوٹ بولنے کی عادت اُن کا اصلی جرم تھا، اسی بُری عادت نے ان کو کفر ونفاق تک پہنچا دیا تھا، اس لئے جرم کی حیثیت اگرچہ کفر ونفاق کی بڑھی ہوئی ہے مگر ان سب خرابیوں کی جڑ اور بنیاد جھوٹ بولنا ہے، اس لئے قرآن کریم نے جھوٹ بولنے کو بُت پرستی کے ساتھ جوڑ کر اس طرح ارشاد فرمایا ہے: فَاجْتَنِبُوْ ا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ یعنی بچو بُت پرستی کی نجاست سے اور بچو جھوٹ بولنے سے۔

جھوٹ کی مذمت سے متعلق ذیل میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ا

عن عبدالله قال قال رسول الله .صلى الله عليه وسلم . اياكم والكذب فان الكذب يهدى الى الفجور وان الفجور يهدى الى النار وان الرجل ليكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا وعليكم بالصدق فان الصدق يهدى الى البر وان البر يهدى الى الجنة وان الرجل ليصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقا(سنن ابى داود . ۴/ ۴۵۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ جھوٹ (انسان) کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ (انسان) کو دوزخ کی طرف لے جاتا ہے، اور آدمی جھوٹ بولتا ہے پھر وہ جھوٹ بولتے بولتے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے، اور تم لوگ

سچ بولنے کو لازم کرلو کیونکہ سچ انسان کو نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور انسان سچ بولتا ہے پھر سچ بولتے بولتے انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر۲

**عن عبد الله بن عمر و ، أن رجلا جاء الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال : يا رسول الله ماعمل الجنة ؟ قال : الصدق ، واذا صدق العبد بر، واذا بر آمن ، واذا آمن دخل الجنة ، قال : يا رسول الله ، ماعمل النار ؟قال : الكذب اذا كذب العبد فجر ، واذا فجر كفر ، واذا كفر دخل يعنى النار (مسند احمد . ۲/ ۱۷۶)**

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! جنتی عمل کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچ بولنا، جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیکی کرتا ہے اور جب نیکی کرتا ہے تو ایمان لاتا ہے اور جب ایمان لے آیا تو جنت میں داخل ہو جائے گا، پھر اس نے پوچھا یا رسول اللہ! جہنمی عمل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جھوٹ بولنا، جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو گناہ کرتا ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو کفر کرتا ہے اور جب کفر کرتا ہے تو جہنم میں داخل ہو جائے گا۔

حدیث نمبر۳

**عن عبدالله بن عمرو أ ن النبى صلى الله عليه وسلم قال أربع من كن فيه كان منافقا خالصا ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها اذا اؤتمن خان واذا حدث كذب واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر (صحيح البخارى . ۱/ ۲۲)**

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار عادتیں جس کسی میں ہوں تو وہ پورا منافق ہے۔ اور جس کسی میں ان چاروں میں سے ایک عات ہو تو اس میں نفاق کی ایک عادت ہے جب تک اسے چھوڑ نہ دے۔ (وہ یہ ہیں) جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو امانت میں خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب (کسی سے) عہد کرے تو اسے دھوکہ دے اور جب (کسی سے) لڑے تو گالیاں دے۔

حدیث نمبر۴

عن ابی هریرة ، قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : "لا یومن العبد الایمان کله ، حتی یترک الکذب فی المزاحة ، ویترک المراء وان کان صادقا" (مسند احمد . ۱۴/۲۷۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی اس وقت تک پورا ایمان دار نہیں بنتا یہاں تک کہ ہنسی مذاق میں بھی جھوٹ بولنا چھوڑ دے، اور اگر چہ سچا ہو پھر بھی جھگڑے کو چھوڑ دے۔

حدیث نمبر۵

عن قیس بن ابی حازم ، قال : سمعت أبابکر ، رضی الله عنه یقول : "ایاکم والکذب، فان الکذب مجانب للایمان ، هذا موقوف ، وهو الصحیح ، وقد روی مرفوعا" (السنن الکبری للبیهقی. ۱۰/۳۳۲)

ترجمہ: حضرت قیس بن حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! جھوٹ سے بچو! کیونکہ جھوٹ ایمان کے خلاف ہے۔

حدیث نمبر۶

عن صفوان بن سلیم أنه قال قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم

أيكون المؤمن جبانا فقال نعم فقيل له أيكون المومن بخيلافقال نعم فقيل له ايكون المؤمن كذابا فقال لا .(موطأ مالك . ۱۴۴۱/۵)

ترجمہ: حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ پھر پوچھا گیا کہ کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ پھر پوچھا گیا کہ کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔

### حدیث نمبر ۷

الكذب ينقص الرزق.(الخرائطی فی مساوی الاخلاق عن ابی هريرة.) (كنز العمال ۶۲۳/۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جھوٹ رزق میں کمی پیدا کرتا ہے۔

### حدیث نمبر ۸

وعن ابن عمر قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اذا كذب العبد تباعدعنه الملک ميلا من نتن ما جاء به(رواه الترمذی)(مشكاة المصابيح ۱۳۶۱/۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو (انسان کی حفاظت کرنے والے) فرشتے اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔

### تشریح

جس طرح مادی چیزوں میں خوشبو اور بدبو ہوتی ہے اسی طرح اچھے اور بُرے کلمات میں بھی خوشبو اور بدبو ہوتی ہے، جس کو اللہ کے فرشتے اسی طرح محسوس کرتے ہیں جس طرح ہم مادی چیزوں کی خوشبو اور بدبو

محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ جھوٹی بات اس قدر بدبودار ہوتی ہے کہ حفاظت کرنے والے فرشتے اس کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر ۹

**حدثنا بهز بن حكيم حدثني أبي عن جدي قال : سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول ويل للذين يحدث بالحديث ليضحك به القوم فيكذب ويل له ويل له (سنن الترمذي : ۴/۵۵۷)**

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے میرے دادا سے حدیث بیان کی کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے: اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے باتیں کرتے ہوئے جھوٹ بولے، اس کے لئے ہلاکت ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا بڑا سنگین گناہ ہے اور ہنسی مذاق میں بھی جائز نہیں، لہٰذا مسلمانوں کو اس گناہ سے بچنا چاہئے اور ہمیشہ سچ بولنے کی عادت ڈالنی چاہیئے اور بچوں کو بھی سچ بولنا سکھانا اور جھوٹ بولنے سے بچانا چاہیئے۔

## معاشرہ میں رائج جھوٹ کی چند مثالیں

ہمارے معاشرہ میں جھوٹ کی بعض ایسی صورتیں رائج ہوگئی ہیں کہ ان میں مبتلا شخص اپنے آپ کو جھوٹ بولنے والا نہیں سمجھتا، یہاں تک کہ جو لوگ حلال وحرام، جائز وناجائز کا اور شریعت پر چلنے کا کچھ اہتمام کرتے ہیں اُن میں بھی جھوٹ کی بعض صورتیں پائی جاتی ہیں جن کو وہ جھوٹ نہیں سمجھتے، حالانکہ ان کے ایسا سمجھنے میں دوہرا گناہ ہے، ایک جھوٹ بولنے کا، اور دوسرے اس گناہ کو گناہ نہ سمجھنے کا۔ ذیل میں توجہ دلانے کے لئے اس کی چند مثالیں لکھی جاتی ہیں تاکہ اُنہیں پڑھ کر جھوٹ سے بچنے کی فکر پیدا ہو۔

### جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ

بعض اداروں میں ملازم کو ماہانہ/سالانہ چند چھٹیوں کا اختیار ہوتا ہے جن پر تنخواہ کی کٹوتی نہیں ہوتی،

ان میں سے بعض چھٹیاں اتفاقی ہوتی ہیں اور بعض بیماری کی ہوتی ہیں، اب جس ملازم کی اتفاقی چھٹیاں پوری ہوجائیں اور وہ کسی کام سے چھٹی کرنا چاہے تو اس کی تنخواہ سے کٹوتی ہوگی، اس کٹوتی سے بچنے کے لئے میڈیکل سرٹیفکیٹ بنالیا جاتا ہے جس میں لکھا جاتا ہے کہ یہ شخص بیمار ہے اور اتنے دن آرام کی ضرورت ہے، حالانکہ حقیقت میں ملازم بیمار نہیں ہوتا، چنانچہ اس سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر وہ بیماری کی چھٹیاں منظور کرواتا ہے جس پر تنخواہ نہیں کٹتی۔ یہ جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ بنوانا ہے اور سراسر "جھوٹ" میں داخل ہے اور ناجائز ہے، اور بعض اوقات جھوٹا سرٹیفکیٹ بنوانے کے لئے رشوت بھی دینی پڑجاتی ہے، تو جھوٹ کے ساتھ ساتھ رشوت کا گناہ بھی ہوا۔ لیکن آج کل جھوٹا سرٹیفکیٹ بنوانا معمول کی بات ہے اور اس کو اکثر جھوٹ نہیں سمجھا جاتا حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے اور حرام ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

### جھوٹا کیریکٹر سرٹیفکیٹ

بعض اوقات آدمی کو کیریکٹر سرٹیفکیٹ کی ضرورت پیش آجاتی ہے جس میں سرٹیفکیٹ جاری کرنے والا یہ لکھتا ہے کہ اس شخص کو اتنے سال سے جانتا ہوں، یہ اچھے آدمی ہیں اور ان کا اخلاق وکردار بہت اچھا ہے۔ حالانکہ بعض اوقات سرٹیفکیٹ جاری کرنے والا اس آدمی کو پہچانتا بھی نہیں ہے، بس کچھ پیسے لے کر سرٹیفکٹ جاری کردیتا ہے۔ اس طرح کا سرٹیفکیٹ جاری کرنا جھوٹ میں داخل ہے، نیز یہ جھوٹی گواہی بھی ہے اور بسا اوقات اس میں رشوت دینے اور لینے کا گناہ بھی شامل ہوجاتا ہے۔

### نام کے ساتھ "سید، صدیقی، فاروقی، عثمانی" لکھنا

بہت سے لوگ اپنے ناموں کے ساتھ ایسے الفاظ اور القاب لکھتے ہیں جو واقعہ کے مطابق نہیں ہوتے، مثلاً کسی شخص نے اپنے نام کے ساتھ "سید" لکھ دیا جبکہ حقیقت میں وہ "سید" نہیں ہے، یا وہ صدیقی یا فاروقی یا عثمانی نہیں ہے لیکن وہ اپنے نام کے ساتھ بے دھڑک صدیقی یا فاروقی یا عثمانی لکھ دیتا ہے۔ یہ بھی جھوٹ میں شامل ہے اور ناجائز اور حرام ہے۔

### نام کے ساتھ "مولانا" لکھنا

اسی طرح بعض لوگ باقاعدہ درسِ نظامی کی تعلیم حاصل کئے ہوئے نہیں ہوتے لیکن تھوڑا بہت

کتابوں کے مطالعہ سے معلومات حاصل کرکے اپنے نام کے ساتھ ''مولانا'' لکھنا شروع کردیتے ہیں۔ یہ بھی خلافِ واقعہ اور جھوٹ ہے۔ کیونکہ ''عالم'' یا ''مولانا'' کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو درسِ نظامی کا باقاعدہ فارغ التحصیل ہو۔

یہ سب جھوٹ کی وہ صورتیں ہیں جو ہمارے معاشرہ میں پھیلی ہوئی ہیں، ان سب سے بچنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

تحریر: حضرت مولانا رشید اشرف سیفی صاحب مدظلہم

# مالیات اور مدارس

(دوسری قسط)

## مصارف

مصارف کے موضوع پر بات کو آگے بڑھانے سے پہلے ''تملیک'' سے متعلق چند ضروری باتوں کا تحریر میں لانا اہمیت رکھتا ہے:

تملیک:

ضرورت کے موقع پر تملیک کی گنجائش ہوسکتی ہے بشرطیکہ طریقہ بھی صحیح ہو اور وسائل نہ ہونے یا وسائل کے کم ہونے کی بناء پر مقصود حاجتِ دینیہ وتعلیمیہ کو پورا کرنا اور مصالحِ دینیہ کا حصول ہو۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے تملیک کی بہتر صورت یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر کسی ایسے مصرف میں اموال کی ضرورت ہو کہ جس میں زکوٰۃ وصدقات واجبہ نہیں لگائے جاسکتے تو ایسی صورت میں کسی غیر صاحبِ نصاب مستحقِ زکوٰۃ کو مذکورہ مصرف میں صدقۂ جاریہ کے طور پر مدد کی ترغیب دی جائے، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ غریب معذرت کریگا کہ میں تو خود محتاج ہوں میں کہاں سے اس صدقۂ جاریہ میں حصہ لے سکتا ہوں، اس سے کہا جائے کہ وہ قرض لے کر اس مصرف پر صرف کردے، وہ کہے گا مجھ غریب کو کوئی بڑی رقم کا قرض دیگا ہی کیوں؟ اگر دے بھی دے اور میں مذکورہ مصرف پر خرچ بھی کردوں تو میرا قرض کہاں سے ادا ہوگا، اس سے کہہ دیا جائے ہم قرض ادا کرنے میں تمہاری مدد کردینگے، چنانچہ جب وہ مستحقِ زکوٰۃ مقروض ہوکر مذکورہ مصرف پر صرف کردے اور ادارے کی مدد ہوجائے مثلاً ''دار الاقامہ کی تعمیر پر'' ایسی صورت میں زکوٰۃ دینے والے سے اسے براہِ راست رقم دلادی جائے تاکہ وہ قرض ادا کردے۔

اس صورت میں نہ کسی قسم کا جبر ہے اور تملیک بھی حقیقی ہے اور کسی بھی تاویل سے اس سے رقم واپس نہیں لی گئی اس لئے یہ ایک بے غبار صورت ہے۔[1]

---

(۱) الفاظ وتعبیر کے فرق کے ساتھ یہ صورت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''اصلاح انقلاب امت'' سے ماخوذ ہے۔ ص ۱۴۸ تا ص ۱۵۰ (زکوٰۃ کو صحیح مصرف پر نہ دینا) ۱۲ رشید اشرف سیفی عفا اللہ عنہ

بہر حال بسا اوقات تملیک کے اس احسن طریقہ پر عمل ممکن نہیں ہوتا اور دشواریاں ہوتی ہیں، ایسی صورت میں احتیاط کے ساتھ تملیک کا معروف طریقہ بھی اختیار کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے بشرطیکہ ضرورت ''ضرورتِ دینیہ'' ہو، مقصد بھی صحیح ہو، نیت بھی صاف ہو کہ ذاتی منافع وفوائد مطلوب نہ ہوں، پورے عمل میں خوفِ خدا ملحوظ ہو، تملیک کی رسمی کارروائی نہ ہو اور جس مستحق یا طالبعلم کو زکوٰۃ دے کر تملیک کرائی جارہی ہو اگر وہ زکوٰۃ کے اس مال کو اپنے پاس رکھ لے اور دینا نہ چاہے تو اس پر کسی قسم کا جبر نہ ہو بلکہ اس سے ناراضگی بھی نہ ہو۔

اموالِ زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ پر مقصد صحیح کے تحت حدود کے اندر تصرف کرنے کا ایک جائز طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غیر ہاشمی مستحقِ زکوٰۃ بالغ طالبعلم سے داخلہ کے وقت داخلہ فارم پر یہ عہد بھی لیا جائے۔

''اس ادارے (تعلیمی ادارے کا نام) میں تعلیم حاصل کرنے کے زمانے میں تا قیامِ ادارہ میری طرف سے مہتمم ادارہ یا جس کو وہ اجازت دیں اس کا اختیار ہوگا کہ وہ میرے لئے زکوٰۃ وصدقات کی رقوم یا اشیاء وصول کریں اور میری طرف سے طلبہ/طالبات کی ضروریاتِ طعام وقیام اور تعلیم و وظائف وغیرہ میں حسبِ صوابدید خرچ کریں یا مذکورہ تعلیمی ادارے کی ملکیت میں دیدیں یا اس پر وقف کردیں''۔

اس مضمون کی عربی عبارت اس طرح ہوگی:

**" اخیر رئیس الإدارة و نائبه (اسم الإدارة) مدة قیامی فیها ان یستلم اموال الزکوٰة و الصدقات وکیلا منی ثمّ ینفقها علیٰ مصارف الطلبة / الطالبات حسب ما یریٰ أو یجعلها ملكاً للإدارة أو وقفًا علیها "۔**

اس کا حاصل یہ ہیکہ مہتمم ادارۂ تعلیمیہ یا ان کا مقرر کردہ شخص مستحق طلبہ کی جانب سے زکوٰۃ و صدقات کی وصولی میں وکیل بالقبض بھی ہے اور وکیل بالتصرف بھی۔

اس وکالتِ عامّہ کے تحت مہتمم یا ان کا مُجاز آنے والے اموال وزکوٰۃ وصدقات کو طلبہ کی ملکیت سے خارج کرکے اس تعلیمی ادارے کو مالک بھی بنا سکتا ہے اور اس پر وقف بھی کرسکتا ہے۔

اس عمل کے بعد وہ طالبعلم مستحقِ زکوٰۃ وصدقات ہی رہے گا خواہ رقم کتنی ہی خطیر کیوں نہ ہو اسلئے کہ وہ رقم اس کی ملکیت سے خارج ہوگئی۔

اس قسم کا تصرف کرتے ہوئے احتیاط وخوفِ خدا ہمیشہ دامن گیر رہنا چاہیے۔

ضرورت واہمیت کے تحت ''تملیک'' سے متعلق چند اہم باتیں سپردِ قلم کی گئیں ورنہ ہمارا اصل

موضوع مصارف ہے، اگلے صفحات اسی موضوع سے متعلق ہیں۔

**مصارف کا تخمینہ:**

مصارف کی نسبت سے اس بات کی اہمیت ہے کہ نیا مہینہ شروع ہونے سے پہلے اس مہینہ کا پورا تخمینہ لگایا جائے، تخمینہ بنانے کے بعد ادارے کے خازن اور صدر رمہتمم سے اسے منظور کرایا جائے۔

مصارف کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

مرکزی مصارف　　　شعبہ جاتی مصارف

پھر شعبہ جاتی مصارف کی بھی حسبِ حالات دو صورتیں ہوسکتی ہیں کہ شعبہ خود کفیل ہو یا خود کفیل نہ ہو، مختلف مصارف میں اموال خرچ کرتے وقت اور حسابات کے مراحل میں ان جہات کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ کس قسم کے اموال ہیں؟ کہاں خرچ کئے جارہے ہیں؟ کس مقدار میں خرچ کئے جارہے ہیں؟

چند اہم مصارف:

اس عنوان کے تحت درج ذیل موضوعات آتے ہیں۔

☆ مصارف وظائفِ طلبہ
☆ اساتذہ وکارکنان کی تنخواہیں
☆ مصارفِ مطبخ
☆ مصارفِ تعمیر ومرمت
☆ مصارفِ دارالاقامہ
☆ مصارفِ علاج معالجہ رڈسپنسری یا مرکزِ صحت
☆ مصارفِ مکتبہ علمیہ
☆ مصارفِ ترجمان ادارہ ماہنامہ وغیرہ

**مصارف وظائف طلبہ:**

عام طور پر مدارس میں مختلف درجات کے مختلف وظائف ہوتے ہیں چنانچہ ایک معروف تعلیمی ادارہ میں تعلیمی وظائف اس طرح ہیں:

| درجات | تعلیمی وظیفہ |
|---|---|
| تخصص فی الافتاء | ۲۰۰۰ |

| تخصص فی الدعوۃ | ۲۰۰۰ |
| --- | --- |
| تخصص فی القراءات | ۲۰۰۰ |
| دورۂ حدیث | ۴۰۰ |
| موقوف علیہ | ۳۵۰ |
| عالیہ (خامسہ، سادسہ) | ۳۰۰ |
| درجات | تعلیمی وظیفہ |
| خاصہ (ثالثہ، رابعہ) | ۲۵۰ |
| عامہ (اولیٰ، ثانیہ) | ۲۰۰ |
| متوسطہ | ۱۵۰ |
| حفظ | ۱۰۰ |

حسابات میں فرق ملحوظ رکھا جائیگا۔

پھر بعض مدارس میں طلبہ کیلئے دو وقت کے طعام کے ساتھ ناشتہ کا بھی انتظام ہوتا ہے اور بعض میں ناشتہ کا نظم نہیں ہوتا بلکہ ان کو ناشتہ کا وظیفہ دیا جاتا ہے، یہ وظیفہ تمام درجات میں یکساں ہونا چاہئے، اس لئے کہ مصارف ناشتہ میں تمام طلبہ برابر ہیں، مثلاً سات سو پچاس =/۷۵۰ روپے۔

### مالی تادیبی کارروائی:

بعض طلبہ لا اُبالی اور غیر ذمہ دار ہوتے ہیں بغیر اجازت سبق سے غائب ہوجاتے ہیں، بعض رخصتیں زیادہ لیتے ہیں اس بے توجہی اور بدشوقی کا سد باب ضروری ہوتا ہے۔

بعض مدرسوں میں اس طرح کے حالات میں تادیبی کارروائی کی جاتی ہے جو مالی بھی ہوسکتی ہے مثلاً:

(۱) ایک ماہ میں ۶ غیر حاضریوں پر نصف وظیفہ سوخت

(۲) گیارہ غیر حاضریوں پر کل وظیفہ سوخت

(۳) نصف ماہ سے زائد رخصت اتفاقیہ لینے پر کل وظیفہ سوخت

(۴) ایک ہفتہ سے پندرہ دن تک رخصت اتفاقیہ لینے پر نصف وظیفہ سوخت

(۵) اگر طالبعلم دورانِ علالت اپنے تعلیمی ادارہ میں مقیم رہے اور ادارے کے زیرِ انتظام علاج

کرار ہا ہو تو اس کا وظیفہ جاری رہے گا۔

(٦) اگر رخصت لے کر اپنے تعلیمی ادارہ سے باہر زمانۂ علالت گزارتا ہے تو ایک ہفتہ سے پندرہ دن کی رخصت علالت پر نصف وظیفہ سوخت ہو جائیگا۔

(٧) پندرہ دن سے زیادہ رخصتِ علالت لے کر زمانۂ علالت اپنے تعلیمی ادارہ سے باہر گذارنے کی صورت میں کل وظیفہ ختم ہو جائیگا۔

بعض طلبہ تعلیمی سال کے آخری مہینہ مثلاً رجب کا وظیفہ وصول کئے بغیر چلے جاتے ہیں ایسی صورت میں بعض تعلیمی اداروں میں وہ سالِ آئندہ آنے پر ماہ رجب کے وظیفہ سے محروم شمار کئے جاتے ہیں۔

وظائف کے حسابات مرتب اور صاف کرتے وقت مذکورہ بالا تمام حالات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

نقد انعامات یا انعامی وظائف:

بدشوق، لاأبالی، غیر ذمہ دار طلبہ کیلئے جہاں تادیبی کارروائی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں حاضر باش، فکرمند، محنتی طلبہ کی ہمت افزائی کیلئے انعامات کا سلسلہ بھی مناسب ہے، چنانچہ بہت سے مدارس میں اس کی طرف بھی توجہ دیجاتی ہے اور ایک حد تک مالی بوجھ بھی برداشت کیا جاتا ہے۔

مثلاً دورۂ حدیث تا متوسطہ امتحانِ سالانہ میں تمام درجات کے اوّل، دوم وسوم آنے والے طلبہ / طالبات کے نقد انعامات کی تفصیل:

| پوزیشن | شرح انعام |
|---|---|
| اوّل | ٢٥٠٠ |
| دوم | ٢٠٠٠ |
| سوم | ١٥٠٠ |

دورۂ حدیث تا متوسطہ امتحانِ سالانہ میں وفاق کی ملکی سطح پر اوّل، دوم وسوم آنے والے طلبہ / طالبات کے نقد انعام کی تفصیل:

| پوزیشن | شرح انعام |
|---|---|
| اوّل | ٨٠٠٠ |
| دوم | ٦٠٠٠ |

| سوم | ۵۰۰۰ |
| --- | --- |

دورۂ حدیث تا متوسطہ امتحانِ سالانہ میں صرف صوبائی سطح پر اوّل، دوم وسوم آنے والے طلبہ ر طالبات کے نقد انعام کی تفصیل:

| پوزیشن | شرح انعام |
| --- | --- |
| اوّل | ۵۰۰۰ |
| دوم | ۳۰۰۰ |
| سوم | ۲۰۰۰ |

دورۂ حدیث تا متوسطہ امتحانِ سالانہ میں جامعہ کی سطح پر اوّل، دوم وسوم آنے والے طلبہ ر طالبات کے نقد انعام کی تفصیل:

| پوزیشن | شرح انعام |
| --- | --- |
| اوّل | ۵۰۰۰ |
| دوم | ۳۰۰۰ |
| سوم | ۲۰۰۰ |

بعض مدارس میں سہ ماہی، ششماہی امتحانات میں درجہ میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کا متعلقہ درجہ کا وظیفہ دوگنا کردیا جاتا ہے، اوّل کا تین ماہ کیلئے، دوم کا دو ماہ کیلئے اور سوم کا ایک ماہ کیلئے، اسی طرح بعض مدارس میں ایک سہ ماہی میں مسلسل حاضر ہونے پر متعلقہ درجہ کا وظیفہ ڈیوڑھا کردیا جاتا ہے۔

حسابات مرتب کرتے وقت ان سب امور کو اہتمام سے ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

جاری ہے......

☆☆☆

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

# آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں............................. (ادارہ)

سوال: (۱) (الف)" شرعی معذور اس کو کہا جاتا ہے جس پر ایک مرتبہ کسی نماز کا کامل وقت اس حالت میں گزر جائے کہ نہ گیس خارج ہونا بند ہو، نہ ہی پیشاب کا قطرہ رکے اور اتنی دیر کے لئے بھی بند نہ ہو کہ وہ وضو کر کے طہارت کے ساتھ وقت کی فرض نماز پوری کر سکے...... صحیح ہے "

(ب)" اب اگر اس کو یہ عارضہ ہر نماز کے کامل وقت (وقت داخل ہونے سے لے کے وقت نکل جانے تک) ایک بار بھی پیش آگیا تو وہ شرعی معذور ہی رہے گا........ صحیح ہے "

(ج) اگر عارضی افاقہ سے ایک نماز کے کامل وقت میں عارضہ نہ لاحق ہوا تو وہ معذور نہ رہے گا اور آئندہ نماز میں عارضہ آگیا تو معذور ہو جائے گا یا اوپر معذور ہونے کی شرط پوری ہونے پر ہی معذور کہلا سکے گا؟

(د) بعض اوقات عارضی افاقہ سے نماز کے دوران عارضہ ہوتا نہیں مگر کامل وقت میں عارضہ ہو جاتا ہے مگر اس کا دھیان وسوسہ میں رکھتا ہے اور توجہ کو کھینچ لیتا ہے، کیا اس دھیان کو ذہن میں لائے بغیر معذوری کے احکام پر عمل کر سکتا ہے؟

(۲) کیا شرعی معذور نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے آنے والی نماز کا وضو کر سکتا ہے کہ رمضان اور حرمین شریفین میں یہ بہت مشکل ہے کہ وقت داخل ہو تو وضو کر کے شامل ہوا جائے؟

کیا شرعی معذور تہجد کے وضو سے فجر پڑھ سکتا ہے یا نیا وضو کرے؟

(۳) اسی طرح فجر کے وضو سے اشراق۔۔۔ کہ وقت بھی تنگ ہوتا ہے اور بے حد معیوب لگتا ہے کہ فجر پڑھتے ہی وضو کے لئے جایا جائے کہ عبادت سے فارغ ہونے کے بعد طلوع میں بیس پچیس منٹ ہی ہوتے ہیں؟

(۴) مسجد میں فجر کے بعد قرآن کلاس ہوتی ہے گھر سے ذاتی نسخہ لے کر جاتا ہوں اب کلاس میں

بیٹھوں تو اشراق کا وقت داخل ہوگیا وضو کروں تو سردی میں بہت مشکل اور سب کو وضاحت کرنا بھی مشکل، پھر قرآن کو چھونا بھی دل پر بوجھ بڑھا دیتا ہے گرمی میں مشکل نہیں مگر روزانہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے؟

(۵) اسی طرح پیشاب کے قطرہ کا معاملہ یقین اور شک میں رہتا ہے کہ یقین پختہ اور کبھی شک پختہ، قطرہ کا گمان بھی نماز کا ظاہر بھی لے جاتا ہے باطن بھی، تو کیا ٹشو رکھ کر نئے وضو کے بعد گمان پر دھیان لگائے بغیر نماز ادا کرسکتا ہے، چاہے بعد میں قطرہ کا داغ بھی نظر آجائے؟

استنجاء کے شدید تقاضہ کو دبا کر نماز ادا کرسکتا ہے کہ قطرہ نماز نہیں پڑھنے دیتا اور بعد میں استنجے سے فارغ ہوجائے؟

اب اگر نہ قطرہ نظر آیا، نہ داغ ملا مگر گمان غالب رہا تو نماز ہوگئی یا لوٹانی ہوگی؟ میں نے سالوں کی نماز لوٹائی ہے مگر اطمینان نہ پاسکا۔ گردہ کی تکلیف بھی دو مرتبہ ہوئی، اسی طرح مسلسل تقاضے کو دبانے سے پیشاب سے خون بھی آیا مگر اب مشکل ہو رہا ہے، برائے مہربانی وضاحت فرمایئے گا۔ (عمرہ یا حج کے موقع پر یہ بہت مشکل ہوجاتا ہے)

(۶) مسلکی اعتبار سے بریلوی مکتب فکر کی مساجد میں نماز پڑھنے پر اطمینان نہیں ہوتا، محلّہ کی مسجد اسی مکتب فکر کی ہے اور دوسری مسجد دور ہے اہتمام کرنا پڑھتا ہے، محلّہ دار دوست اصرار کرتے ہیں کہ اسی مسجد میں پڑھیں، گھر پر پڑھیں تو جماعت سے محرومی ہے، اس سلسلہ میں بھی وضاحت فرمادیں۔

جواب: (۱)۔۔۔۔ شرعی معذور کے متعلق جو مسائل کی صورتیں آپ نے (الف) اور (ب) میں لکھی ہیں وہ درست ہیں، اور (ج) میں جو صورت لکھی ہے اس میں معذور کے شرعاً معذور نہ رہنے کے بعد آئندہ اس پر شرعی معذور کے احکام اس وقت لاگو ہوں گے جب (الف) میں ذکر کردہ شرعی معذور کی شرط اس میں پائی جائے۔ اور (د) میں شرعی معذور کے متعلق جو صورت لکھی ہے اس میں اگر کامل وقت میں عارضہ ہونے کا یقین یا ظنِ غالب نہ ہو صرف وسوسہ ہو تو اس کا اعتبار نہیں، ایسا شخص معذور کے احکام پر عمل کرسکتا ہے۔

(۳،۲)۔۔۔ شرعی معذور نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے آنے والی نماز کا وضو کرلے تو اس وضو سے وہ آنے والی نماز نہیں پڑھ سکتا، کیونکہ موجودہ نماز کا وقت ختم ہوتے ہی اُس کا وضو ٹوٹ جائے

گا۔اس لئے آپ تہجد کے وضو سے فجر کی نماز نہیں پڑھ سکتے بلکہ اس کے لئے نیا وضو کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح آپ فجر کے وضو سے اشراق نہیں پڑھ سکتے ، کیونکہ فجر کا وقت ختم ہوتے ہی وہ وضوٹوٹ جائے گا اوراشراق کے لئے نیا وضو کرنا ہوگا۔المبسوط للشیبانی، (۲۴:۱)

(۴)۔۔۔اس صورت میں آپ کا وضو نماز فجر کا وقت یعنی طلوع آفتاب سے پہلے تک تو برقرار رہے گا،آپ اس وقت تو قرآنِ کریم چھو سکتے ہیں، تاہم اس کے بعد آپ کسی کپڑے وغیرہ کے ذریعے چھو سکتے ہیں، بلاواسطہ نہیں چھو سکتے ، کیونکہ فجر کی نماز کا وقت نکلتے ہی آپ کا وضوٹوٹ جائے گا۔

(۵)۔۔۔اس صورت میں اگر قطرہ نکلنے کا گمان غالب ہوتو دوبارہ وضوکر کے نماز پڑھی جائے ، لیکن اگر شک ہوتو دیکھ لینا چاہئے اگر واقعۃً قطرہ نکل گیا ہوتو دوبارہ وضوکر کے نماز پڑھی جائے ، تاہم یہ تفصیل اس وقت ہے جب قطرے کا مریض شرعی معذور نہ ہولیکن اگر قطرے کا مریض شرعی معذور ہوتو پھر قطرہ نکلنے کا یقین بھی ہوجائے تو وضو برقرار رہے گااور اس کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی ۔(ماخذہ، امداد الاحکام ج۱/۴۵۵)

(٦)۔۔۔بریلوی عقائد کے حامل شخص کو اپنے اختیار سے امام بنانا درست نہیں ہے،لیکن اگر کسی نے ایسے شخص کو امام مقرر کردیا ہو اور قریب میں کوئی صحیح العقیدہ اور صالح امام میسر نہ ہوتو اکیلے نماز پڑھنے کے بجائے مذکورہ امام کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہئے، جماعت نہیں چھوڑنی چاہئے ، کیونکہ جماعت کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے ۔اس صورت میں بہتر تو یہ ہے کہ آپ ہمت کر کے اپنے مسلک والی مسجد میں نماز پڑھنے کا اہتمام کریں ،لیکن اگر کسی وقت جلدی ہو یا اور کوئی عذر ہوتو محلے کی مسجد میں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

☆☆☆

# جنتی اور دوزخی کی پہچان

عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ :سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ ، وَاَهْلِ النَّارِ كُلُّ جَوَّاظٍ عُتُلٍّ مُسْتَكْبِرٍ(رواہ البخاری )

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ جنتی کون ہیں؟ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا) ہر وہ شخص جو کمزور ہو یعنی معاملہ اور برتاؤ میں سخت نہ ہو بلکہ متواضع اور نرم طبیعت ہو لوگ بھی اسے کمزور سمجھتے ہوں (اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق ایسا ہو کہ) اگر وہ کسی بات پر اللہ تعالیٰ کی قسم کھالے (کہ فلاں بات یوں ہوگی) تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم (کی لاج رکھ کر اس کی بات کو) ضرور پورا کردیں۔ اور کیا میں تمہیں نہ بتاؤں دوزخی کون ہیں؟ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا) ہر وہ شخص جو مال جمع کر کے رکھنے والا بخیل، سخت مزاج، مغرور ہو۔ (بخاری)

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

# جامعہ دار العلوم کراچی کے شب و روز

## تعلیمی سرگرمیاں

جامعہ دار العلوم کراچی میں سہ ماہی امتحانات ختم ہونے کے بعد بروز بدھ ۱۸/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ سے درس نظامی کے تمام درجات میں تعلیمی سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا، اللہ تعالیٰ بخیر وعافیت تعلیمی سال کی تکمیل کرائیں اور تمام طلبہ کو علمی رسوخ اور اتباع سنت کی پابندی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

## تقریب سعید

بفضلہٖ تعالیٰ جامعہ دار العلوم کراچی کے استاد حدیث حضرت مولانا محمد زبیر اشرف صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی کے نکاح کی تقریب سعید ۱۲/صفر ۱۴۳۹ھ (۲/نومبر ۲۰۱۷ء) کو منعقد ہوئی۔ حضرت رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے جامع مسجد دار العلوم میں اپنی عزیز پوتی کا نکاح پڑھایا، بعد ازاں جامعہ کے چمن میں مہمانوں کی ضیافت کی گئی، اللہ تعالیٰ اس نکاح کو بابرکت فرمائیں اور زوجین کو خوشگوار ازدواجی زندگی کی نعمت سے مالامال فرمائیں۔ آمین۔

## دعائے صحت

جامعہ دار العلوم کراچی استاذ مولانا سلیم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ایک حادثہ میں پنڈلی کی ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے ابھی تک صاحب فراش ہیں۔ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب حفظہ اللہ اپنے کامیاب آپریشن کے بعد پہلے سے بہتر ہوگئے ہیں۔ حضرت قاری عبدالملک صاحب حفظہ اللہ کی علالت ابھی ختم نہیں ہوسکی، اسی طرح جامعہ کے بعض اور اساتذہ وکارکنان، چکن گونیا بخار یا کسی اور مرض میں مبتلا رہے ہیں، ان سب حضرات کے لئے، بالخصوص اکابر جامعہ مدظلہم اور ان کے متعلقین کی صحت وعافیت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

## دعائے مغفرت

جامعہ دار العلوم کراچی کے استاد مولانا عبداللہ نجیب صدیقی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے والد ماجد جناب نجیب الحق صدیقی صاحب ۲۹ رمحرم الحرام ۱۴۳۹ھ (۲۰ راکتوبر ۲۰۱۷ء) جمعہ کے روز خالق حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت خوبیوں کے حامل اور امور خیر میں معاون تھے، جامعہ دار العلوم کراچی سے بھی قدیم تعلق تھا، کئی سالوں تک جامعہ کی شاخ بیت المکرم کراچی کی نظامت کے فرائض بھی لوجہ اللہ ادا فرماتے رہے۔ ان کی نماز جنازہ جامعہ دار العلوم کراچی میں ادا کی گئی اور جامعہ کے جدید قبرستان میں تدفین ہوئی۔

جامعہ دار العلوم کے شعبہ دار القرآن کے کارکن مولوی محمد اسماعیل صاحب کے والد ماجد طویل علالت کے بعد ۲۷ رمحرم الحرام ۱۴۳۹ھ (۱۸ راکتوبر ۲۰۱۷ء) شب جمعرات کو عشاء کے بعد انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ جمعرات کے روز ۲۸ رمحرم کو صبح تقریباً ساڑھے دس بجے جامعہ دار العلوم کراچی میں ادا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت کاملہ فرمائیں۔ درجات عالیہ عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازیں۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے اور محض اللہ ہی کے لئے پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرا ہے اتنی ہی نیکیاں اس کو ملیں گی اور جو شخص یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ احسان کرے جو کہ اس کے پاس رہتا ہو تو میں اور وہ جنت میں اس طرح رہیں گے جیسے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی پاس پاس ہیں"۔ ـــــــ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

# نقد و تبصرہ

تبصرے کے لیے دو کتابیں ارسال فرمائیے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب ............ پریشانیوں اور بیماریوں کا قرآن وحدیث سے علاج

نام مصنف ............ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ضخامت ............ ۹۲ صفحات، جیبی سائز، عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر ............ بیت المعارف، انور مینشن، بنوری ٹاؤن کراچی

حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے پائے کے بزرگ گذرے ہیں تبلیغی اجتماعات میں آپ کا قیمتی اور سحر انگیز بیان بڑے شوق اور رغبت سے سنا جاتا تھا جس میں خاص قسم کی چاشنی پائی جاتی تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے افادات میں مذکورہ کتابچہ بھی شامل ہے جس میں مختلف پریشانیوں اور بیماریوں کا روحانی علاج قرآن کریم کی آیات کے ذریعہ بتایا گیا ہے۔ یہ تمام آیات ایسی ہیں کہ ان کا پابندی سے ورد مشکلات کے حل کے لئے بہت مفید ہے۔

یہ کتابچہ مختلف ناشرین کی طرف سے شائع ہو رہا ہے، بیت المعارف کراچی نے اس کو معیاری انداز میں طبع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ابو معاذ)

نام کتاب ............ چہل حدیث

تالیف ............ مولانا محمد ابو بکر اشرفی

ضخامت ............ ۶۴ صفحات، مناسب طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر ............ جامع مسجد نیو غلہ منڈی ٹاؤن بھکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے میری امت کے لئے ایسی چالیس

احادیث کو محفوظ کردیا جوان کے دینی معاملات میں نفع مند ثابت ہوں تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اہل علم اور فقہاء میں سے اٹھائیں گے اور اس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش بھی حاصل ہوگی۔(مشکوۃ المصابیح ص:۳۶)

اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے ہر زمانے کے علمائے کرام نے "چہل حدیث" جمع کرنے کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔مولانا ابوبکر اشرفی صاحب نے بھی ایسے سعادتمند حضرات میں شامل ہونے کے لئے زیر نظر رسالے میں چالیس حدیثیں عربی متن، اردو ترجمے اور تشریح کے ساتھ جمع کردی ہیں۔ان احادیث کا مطالعہ مسلمانوں کے لئے بہت نافع ہے۔آمین۔ (ابو معاذ)

☆☆☆